

تاریخ و تہذیب میں کتبہ شناسی کی اہمیت: بنگلہ کے عربی اور فارسی کتبہات پر ایک نظر*

مؤلف: پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف صدیق**

Abstract

Importance of Epigraphy in the Study of History and Civilization: The case of Arabic and Persian Inscriptions of Bengal

Inscriptions are a valuable source for understanding human civilization and culture as they serve as a missing link to the past history offering many valuable historical clues which are not easily available otherwise. As Islamic culture attaches special importance to writing, inscriptions became a significant element of Islamic architectural decoration ever since the first century AH. Islamic culture considered inscriptions a powerful medium to convey visual, cultural, and spiritual messages. Inscriptions at times help us in understanding the political, administrative, social, religious and cultural history of a region. Interestingly, epigraphy emerged as an important discipline in Islamic historiographic tradition as early as early ninth/fifteenth century when scholars such as al-Shibi of Makkah started looking at inscriptions with scholarly interest and historical intent.

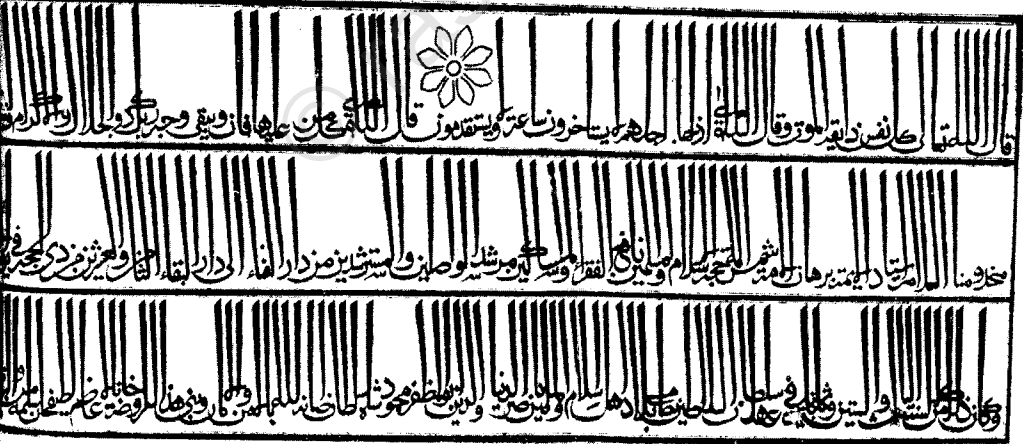
Muslim Bengal is particularly rich in epigraphic tradition and has a large number of Arabic and Persian

*مؤلف مقالہ جن کی مادری زبان بنگلہ دیشی ہونے کے ناتے پر بنگالی ہے، جناب سید محمد قاسم صاحب کا خاص طور پر شکر گزار ہے جنہوں نے اس تحقیق کو اردو قالب میں ڈھالنے میں بھرپور مدد کی۔ ساتھ ہی مؤلف وزارت تعلیم، حکومت پاکستان کے ہائر ایجوکیشن کمیشن اور Iran Heritage Foundation، لندن، اور Max Van Berchem جیو، سویٹزر لینڈ، کا بے حد ممنون ہے جنہوں نے اس تحقیقی منصوبہ کے لیے خاطر خواہ گرانٹس کی منظوری دی اور ہر قسم کی اعانت فراہم کی۔

**شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

inscriptions. An interesting aspect of these epigraphic texts is the various inscribed titles which, in a way, portray the worldly ambition of power and glory of the ruling class, albeit over-toned in religious fervour, often turning into a sort of expression that can be aptly compared with modern days' political vocabulary as "euphemism" and "politically correct". These inscriptions were rendered in various writing styles such as Kufi, *thulth*, *naskh*, *riqa'*, *rayhani*, *muhaqqaq*, *tughra* and *Bihari*. The high standard displayed in their literary style, aesthetic exuberance and calligraphic taste reminds us the cultural continuity in various Islamic regions in medieval times, it can perhaps be termed as "globalization of the medieval Islamic world".

تلك آثارنا تدلّ علينا
فانظروا بعدنا إلى الآثار... آدیب اسحاق الدمشقی،
یہ وہی آثار ہیں جو ہمارے کارناموں کی نشاندہی کرتی ہیں
ہمارے بعد انہیں کو دیکھ کر ان عظمتوں کا اندازہ کر لو



پنڈوہ، مغربی بنگال میں واقع حضرت نور قطب العالم کی خانقاہ میں موجود ایک لوح قبر

اسلامی ثقافت میں کتبہ شناسی (Epigraphy):۔

اسلامی تہذیب کے بڑے بڑے فکری و عقلی کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ، اور علم تاریخ نویسی کا ایک اہم جز، اس کے تاریخی متون کا عظیم ورثہ ہے۔ یہ تاریخی ورثہ صرف وقائع نگاری اور تواریخ، مثلاً: مختلف درباری مؤرخین کی سوانحی تالیفات، جیسے طبقات ناصری (1)، تک ہی محدود نہیں، بلکہ اس نے مختلف شکلیں اختیار کر رکھی ہیں، جن میں سے ایک کتبہ نگاری بھی ہے۔ اسلامی ثقافت میں جذبات

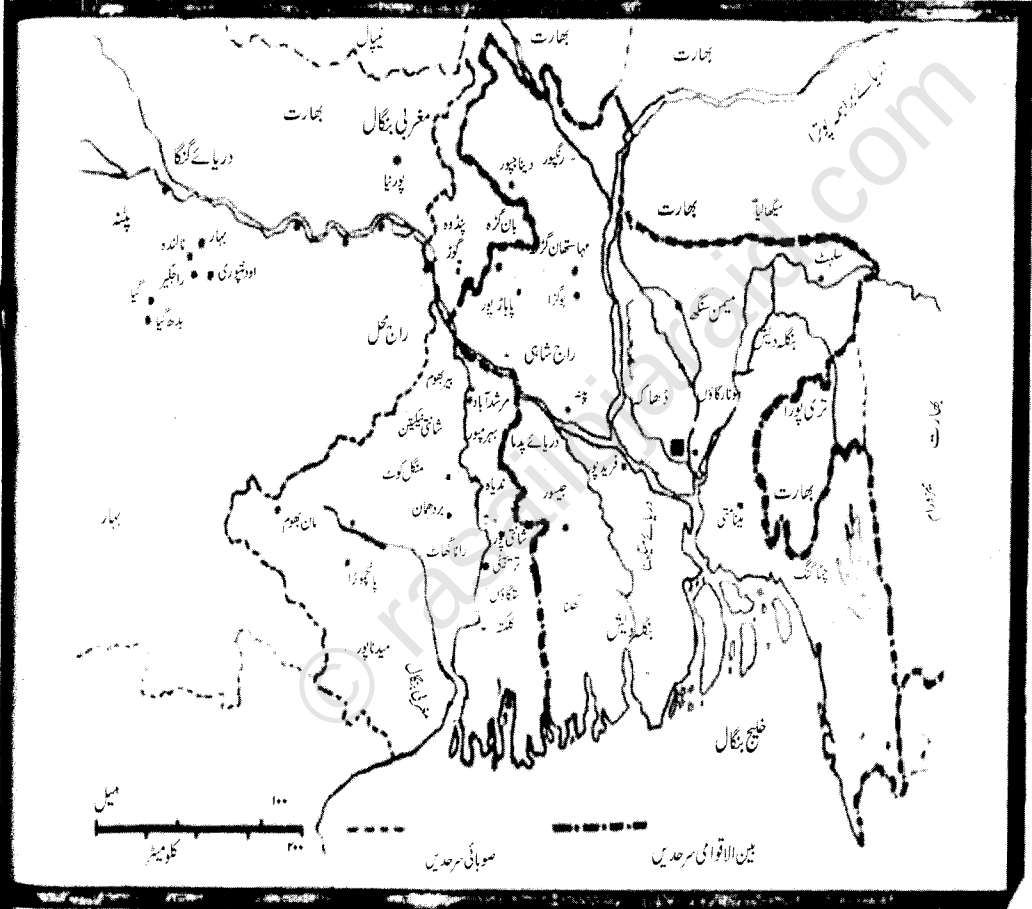
خیالات کے اظہار کی بیشتر صورتوں کی طرح کتبات بھی دراصل خود اسلامی عقائد کے عکاس ہیں۔ ان کتبات کی کثیر تعداد یہ یقین کرنے کے لئے کافی ہے کہ انھوں نے اسلامی ثقافت کی اشاعت و ابلاغ میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے (بنگال میں اسلامی کتبات کی تعداد کے لیے دیکھئے ضمیمہ: بنگال کے اسلامی کتبات کا گوشوارہ)۔ یہ اسلامی کتبات صرف عمارات ہی پر نظر نہیں آتے (دیکھئے ضمیمہ جات) بلکہ پارچہ جات اور قالینوں، دھات اور شیشے کی چیزوں، مٹی کے ظروف اور زیورات پر بھی نظر آتے ہیں، جبکہ ہتھیاروں، سکوں اور مہروں پر تو بہر صورت ہوتے ہی ہیں۔ بعض علاقوں میں پتھر پر کتبہ نگاری کی فنروں تراور بار آور روایت تو ظہور اسلام سے پہلے بھی موجود تھی۔ مثال کے طور ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب رسول کریمؐ ابھی صرف ۳۵ برس کے تھے، تو کعبے کی تعمیر نو کے لیے کھدائی کے وقت سریانی زبان کے بعض حجری کتبہ دریافت ہوئے تھے۔ عہد اموی میں مشہور مورخ ابن ہشام کے والد محمد بن الصائب الکلبی نے لخمی دور کے ان قبوری کتبات اور تدفینی الواح میں گہری دلچسپی لی تھی جو کوفہ اور اس کے آس پاس گرجاؤں میں محفوظ رکھے گئے تھے۔ قرآن مجید میں علمی تحقیق اور تاریخ شناسی کے لیے آثار قدیمہ اور ماضی کے ورثہ کو سمجھنے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ لفظ "آثار" جو قرآن حکیم کی متعدد آیات میں آیا ہے، جدید عربی میں آثار قدیمہ کے علم کے لیے استعمال ہوتا ہے (2)۔ آثار قدیمہ کی کھدائیوں سے جو انکشافات ہوتے ہیں، وہ ماضی کی بہت سی گم شدہ باتوں کو روشنی میں لاتے ہیں۔ کتبہ شناسی کے علم کی وجہ سے بہت سے ایسے حکمرانوں کے حالات سامنے آئے ہیں، جن کے بارے میں کوئی معلومات شاید ہی کہیں اور دستیاب ہوں۔ آثار قدیمہ کی اہمیت پر قرآن مجید میں کئی آیات آئی ہیں، مثلاً:

سورة المؤمن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
كَانُوا أَكْثَرُ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَأَثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَى عَنْهُمْ مَا
كَانُوا يَكْسِبُونَ (۲۸: ۴۰)

ترجمہ: "کیا یہ لوگ کبھی زمین پر چلے پھرے نہیں ہیں، کہ یہ ان لوگوں کا انجام دیکھتے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں؟ جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے، قوت میں سخت تھے اور ان سے زیادہ آثار زمین میں چھوڑ گئے۔ لیکن پھر بھی جو کچھ انھوں نے حاصل کیا، ان کے کسی کام نہیں آیا۔"

یہی بات سورۃ المؤمن (۲۱: ۴۰)، سورۃ الروم (۳۰: ۹)، سورۃ فاطر (۳۵: ۴۴)، اور بعض دوسری سورتوں کی کئی ایک آیات میں بھی دہرائی گئی ہے۔



نقشہ اول :- بنگال کا موجودہ سیاسی نقشہ

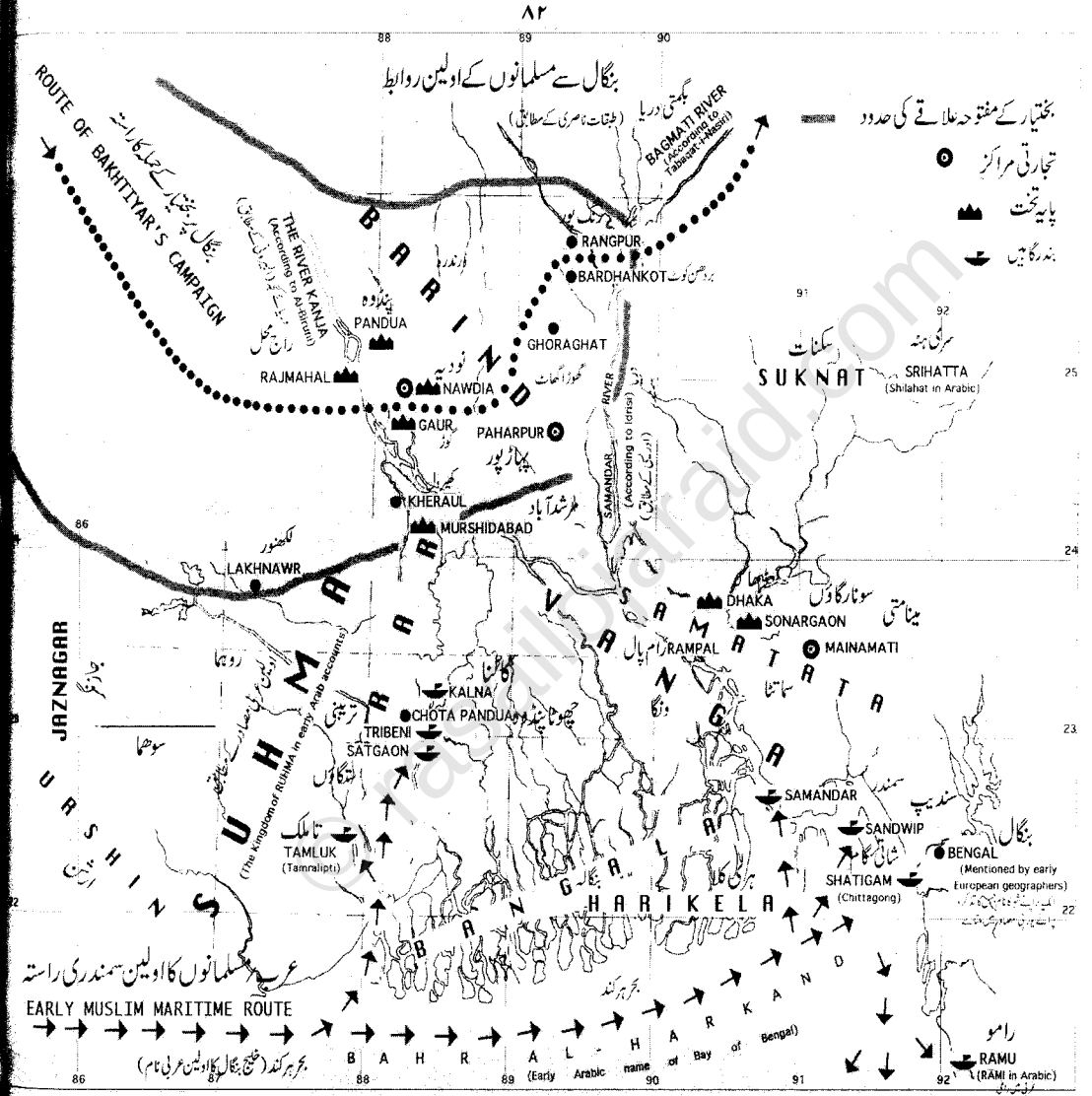
اسلامی فن تعمیر میں کتبات کا استعمال :-

اسلامی ثقافت میں کتبات کا استعمال ابتداء ہی سے ہونے لگا تھا۔ اولین اسلامی کتبات کا تعلق پہلی صدی ہجری / ساتویں صدی عیسوی سے ہے۔ بعد ازاں دنیائے اسلام میں نئی نئی تعمیرات کے ساتھ، کتبات بھی اسی رفتار سے سامنے آنے لگے۔ یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ دور اول کی کسی بھی عمارت میں کسی نہ کسی قسم کا کتبہ موجود نہ ہو۔ گویا اگر کتبہ نہ ہو تو وہ عمارت ادھوری یا خالی خالی سی لگے گی۔ اس خوبی کا نتیجہ یہ ہے

کہ آج کتبات اور کتبہ نگاری کے شواہد و آثار فنی معیار کے لحاظ سے بھی اور تاریخی معلومات کے اعتبار سے بھی، بکثرت پائے جاتے ہیں۔ چوتھی صدی ہجری / گیارہویں صدی عیسوی تک کتبات زیادہ تر عمارات کے اندرونی حصوں میں کندہ کیے جاتے تھے۔ اس صدی کے بعد عمارات کے بیرونی حصوں کی تزئین و آرائش کے لیے بھی کتبہ نگاری کا رواج شروع ہو گیا۔ اسی دوران خط نسخ اور خط ثلث کو مقبولیت حاصل ہونے لگی اور زاویہ دار خط کو فی کور رفتہ رفتہ زوال آنے لگا (3)۔

خطاطی کے چوکھٹے اسلامی عمارتوں میں انتہائی خوبصورت اور آرائشی عنصر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کتبات کی یہ عبارت خطاطی کے خوبصورت حروف میں زینت و جمال کا عمدہ نمونہ ہوتی ہے، اور اپنے اندر ایک پیغام بھی رکھتی ہے۔ تعمیراتی زینت و آرائش کے لیے تحریری پیغامات کا استعمال یقیناً خالص اسلامی ثقافت کا مظہر ہے، تاہم بعض عمارات میں خطاطی کے چوکھٹے اتنی اونچی جگہوں پر بنائے گئے کہ ان کا پڑھنا دشوار ہوتا ہے (4)۔ گویا ہمیں بتا رہے ہوں کہ ان کی عبارت میں پوشیدہ پیغام کے مقابلے میں ان کی جمالیاتی اثر انگیزی کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے حقیقت یہ ہے کہ بنگال میں عہد سلطنت سے تعلق رکھنے والے کوئی کتبات اور بعض بنگالی طغرے (خطاطی کے انتہائی پیچیدہ اسلوب) واقعی پڑھنے میں بہت دشوار ہیں۔ جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ جمالیات کو متن پر ترجیح دی گئی ہے۔ جو علاقے شیعیت کے زیر اثر تھے، وہاں کتبے کی عبارت کو ناقابل فہم بنانے کا رجحان اسی تصور کے زیر اثر تھا، خصوصاً اس عقیدے کے تحت کہ علم اور روحانی مراتب کی میراث فقط چند مخصوص لوگوں کو عطا کی گئی ہے، لہذا عام ناظرین کے لیے ہر کتبے کا پڑھنا اور سمجھنا ضروری نہیں۔ اکثر اسلامی کتبات میں حروف کو خلط ملط کر دیا جاتا تھا اور دانستہ ابہام پیدا کیے جاتے تھے، تاکہ خواندگی پر آرائش کو تقدم حاصل ہونے کی منطق قائم رہے۔ (5)

ہاں یہ بھی ممکن ہے کہ اکثر کتبات میں ابتدا ہی سے تاریخی معلومات کا خیال رکھا گیا ہو۔ غالباً مقصد یہ تھا کہ مستقبل کے دانشور، بالخصوص مورخین ان کا مطالعہ کریں گے تو اپنی تالیفات میں ان سے مدد لیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ تعلیم یافتہ مسلمان خط کو فی کے عادی ہو چکے تھے، لہذا وہ موجودہ خط نسخ یا خط نستعلیق کے مقابلے میں، جو آج آنکھوں کو زیادہ بھلا لگتا ہے، خط کو فی کی نزاکتوں کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اس زمانے میں خط کو فی کو خط نسخ کی نسبت بلند مقام حاصل تھا۔ اس بات کی بھی بڑی اہمیت تھی کہ یادگاری کتبہ عمارت کے ایسے گوشے پر نصب کیا جائے جہاں اسے پڑھنے میں آسانی ہو۔



نقشہ دوم :- بنگال سے اسلام کا پہلا رابطہ

ایک عجیب بات یہ ہے کہ اگرچہ اسلام نے لکھنے پڑھنے اور تعلیم و تعلم کو بڑی اہمیت دی ہے، عالم اسلام میں بعض علاقوں کی بیشتر دیہاتی آبادی دورِ حاضر کے آغاز تک ناخواندہ ہی رہی۔ اس کے باوجود مذہبی کتبات کو، بالخصوص وہ کتبات جن پر قرآنی آیات درج ہوتی تھیں، محض دیکھنا بھی ثواب و برکت کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک عام تعلیم یافتہ شخص کے نزدیک کسی عمارت یا مسجد پر آیات قرآنی مثلاً آیتہ الکرسی یا حدیث

نبویؐ کو حرف بہ حرف صحیح پڑھنے سے زیادہ اہم بات اسے دیکھتے ہی شناخت کر لینا تھا۔ تاہم بیشتر اسلامی کتبات کو معلومات افزا کہا جاسکتا ہے، ان معنوں میں کہ وہ بہت سی بنیادی اور ضروری معلومات، مثلاً: تاریخ تنصیب، طرز تعمیر، کس شخص نے کس کے لیے تعمیر کرایا، وغیرہ فراہم کرتے ہیں۔ اسلامی کتبات کی ایک اور مشترک خصوصیت یہ ہے کہ بعض فارمولے بار بار استعمال ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے کچھ تو تسلسل کے ساتھ دہرائے جاتے ہیں۔ چونکہ ان فارمولوں کی بنیاد معروف مذہبی مقولوں پر ہوتی ہے، لہذا عمارت کو جس مقصد یا پیغام سے منسوب کرنا مقصود ہوتا ہے، اسی رعایت سے مذہبی مقولہ بھی منتخب کیا جاتا ہے۔

The following information was obtained from the records of the [redacted] Department of the [redacted] State of [redacted]. The information pertains to the [redacted] of [redacted] and is being provided for your information.

[The remainder of the page contains several paragraphs of extremely faint, illegible text.]

١٠٠
 ١٠١
 ١٠٢
 ١٠٣
 ١٠٤
 ١٠٥
 ١٠٦
 ١٠٧
 ١٠٨
 ١٠٩
 ١١٠
 ١١١
 ١١٢
 ١١٣
 ١١٤
 ١١٥
 ١١٦
 ١١٧
 ١١٨
 ١١٩
 ١٢٠
 ١٢١
 ١٢٢
 ١٢٣
 ١٢٤
 ١٢٥
 ١٢٦
 ١٢٧
 ١٢٨
 ١٢٩
 ١٣٠
 ١٣١
 ١٣٢
 ١٣٣
 ١٣٤
 ١٣٥
 ١٣٦
 ١٣٧
 ١٣٨
 ١٣٩
 ١٤٠
 ١٤١
 ١٤٢
 ١٤٣
 ١٤٤
 ١٤٥
 ١٤٦
 ١٤٧
 ١٤٨
 ١٤٩
 ١٥٠
 ١٥١
 ١٥٢
 ١٥٣
 ١٥٤
 ١٥٥
 ١٥٦
 ١٥٧
 ١٥٨
 ١٥٩
 ١٦٠
 ١٦١
 ١٦٢
 ١٦٣
 ١٦٤
 ١٦٥
 ١٦٦
 ١٦٧
 ١٦٨
 ١٦٩
 ١٧٠
 ١٧١
 ١٧٢
 ١٧٣
 ١٧٤
 ١٧٥
 ١٧٦
 ١٧٧
 ١٧٨
 ١٧٩
 ١٨٠
 ١٨١
 ١٨٢
 ١٨٣
 ١٨٤
 ١٨٥
 ١٨٦
 ١٨٧
 ١٨٨
 ١٨٩
 ١٩٠
 ١٩١
 ١٩٢
 ١٩٣
 ١٩٤
 ١٩٥
 ١٩٦
 ١٩٧
 ١٩٨
 ١٩٩
 ٢٠٠
 ٢٠١
 ٢٠٢
 ٢٠٣
 ٢٠٤
 ٢٠٥
 ٢٠٦
 ٢٠٧
 ٢٠٨
 ٢٠٩
 ٢١٠
 ٢١١
 ٢١٢
 ٢١٣
 ٢١٤
 ٢١٥
 ٢١٦
 ٢١٧
 ٢١٨
 ٢١٩
 ٢٢٠
 ٢٢١
 ٢٢٢
 ٢٢٣
 ٢٢٤
 ٢٢٥
 ٢٢٦
 ٢٢٧
 ٢٢٨
 ٢٢٩
 ٢٣٠
 ٢٣١
 ٢٣٢
 ٢٣٣
 ٢٣٤
 ٢٣٥
 ٢٣٦
 ٢٣٧
 ٢٣٨
 ٢٣٩
 ٢٤٠
 ٢٤١
 ٢٤٢
 ٢٤٣
 ٢٤٤
 ٢٤٥
 ٢٤٦
 ٢٤٧
 ٢٤٨
 ٢٤٩
 ٢٥٠
 ٢٥١
 ٢٥٢
 ٢٥٣
 ٢٥٤
 ٢٥٥
 ٢٥٦
 ٢٥٧
 ٢٥٨
 ٢٥٩
 ٢٦٠
 ٢٦١
 ٢٦٢
 ٢٦٣
 ٢٦٤
 ٢٦٥
 ٢٦٦
 ٢٦٧
 ٢٦٨
 ٢٦٩
 ٢٧٠
 ٢٧١
 ٢٧٢
 ٢٧٣
 ٢٧٤
 ٢٧٥
 ٢٧٦
 ٢٧٧
 ٢٧٨
 ٢٧٩
 ٢٨٠
 ٢٨١
 ٢٨٢
 ٢٨٣
 ٢٨٤
 ٢٨٥
 ٢٨٦
 ٢٨٧
 ٢٨٨
 ٢٨٩
 ٢٩٠
 ٢٩١
 ٢٩٢
 ٢٩٣
 ٢٩٤
 ٢٩٥
 ٢٩٦
 ٢٩٧
 ٢٩٨
 ٢٩٩
 ٣٠٠
 ٣٠١
 ٣٠٢
 ٣٠٣
 ٣٠٤
 ٣٠٥
 ٣٠٦
 ٣٠٧
 ٣٠٨
 ٣٠٩
 ٣١٠
 ٣١١
 ٣١٢
 ٣١٣
 ٣١٤
 ٣١٥
 ٣١٦
 ٣١٧
 ٣١٨
 ٣١٩
 ٣٢٠
 ٣٢١
 ٣٢٢
 ٣٢٣
 ٣٢٤
 ٣٢٥
 ٣٢٦
 ٣٢٧
 ٣٢٨
 ٣٢٩
 ٣٣٠
 ٣٣١
 ٣٣٢
 ٣٣٣
 ٣٣٤
 ٣٣٥
 ٣٣٦
 ٣٣٧
 ٣٣٨
 ٣٣٩
 ٣٤٠
 ٣٤١
 ٣٤٢
 ٣٤٣
 ٣٤٤
 ٣٤٥
 ٣٤٦
 ٣٤٧
 ٣٤٨
 ٣٤٩
 ٣٥٠
 ٣٥١
 ٣٥٢
 ٣٥٣
 ٣٥٤
 ٣٥٥
 ٣٥٦
 ٣٥٧
 ٣٥٨
 ٣٥٩
 ٣٦٠
 ٣٦١
 ٣٦٢
 ٣٦٣
 ٣٦٤
 ٣٦٥
 ٣٦٦
 ٣٦٧
 ٣٦٨
 ٣٦٩
 ٣٧٠
 ٣٧١
 ٣٧٢
 ٣٧٣
 ٣٧٤
 ٣٧٥
 ٣٧٦
 ٣٧٧
 ٣٧٨
 ٣٧٩
 ٣٨٠
 ٣٨١
 ٣٨٢
 ٣٨٣
 ٣٨٤
 ٣٨٥
 ٣٨٦
 ٣٨٧
 ٣٨٨
 ٣٨٩
 ٣٩٠
 ٣٩١
 ٣٩٢
 ٣٩٣
 ٣٩٤
 ٣٩٥
 ٣٩٦
 ٣٩٧
 ٣٩٨
 ٣٩٩
 ٤٠٠
 ٤٠١
 ٤٠٢
 ٤٠٣
 ٤٠٤
 ٤٠٥
 ٤٠٦
 ٤٠٧
 ٤٠٨
 ٤٠٩
 ٤١٠
 ٤١١
 ٤١٢
 ٤١٣
 ٤١٤
 ٤١٥
 ٤١٦
 ٤١٧
 ٤١٨
 ٤١٩
 ٤٢٠
 ٤٢١
 ٤٢٢
 ٤٢٣
 ٤٢٤
 ٤٢٥
 ٤٢٦
 ٤٢٧
 ٤٢٨
 ٤٢٩
 ٤٣٠
 ٤٣١
 ٤٣٢
 ٤٣٣
 ٤٣٤
 ٤٣٥
 ٤٣٦
 ٤٣٧
 ٤٣٨
 ٤٣٩
 ٤٤٠
 ٤٤١
 ٤٤٢
 ٤٤٣
 ٤٤٤
 ٤٤٥
 ٤٤٦
 ٤٤٧
 ٤٤٨
 ٤٤٩
 ٤٥٠
 ٤٥١
 ٤٥٢
 ٤٥٣
 ٤٥٤
 ٤٥٥
 ٤٥٦
 ٤٥٧
 ٤٥٨
 ٤٥٩
 ٤٦٠
 ٤٦١
 ٤٦٢
 ٤٦٣
 ٤٦٤
 ٤٦٥
 ٤٦٦
 ٤٦٧
 ٤٦٨
 ٤٦٩
 ٤٧٠
 ٤٧١

اسلامی کتبہ نگاری کا آغاز:- کتبات پورے عالم اسلام میں ہر جگہ جزیرہ نما آئی بیری (اندلس) سے لے کر مجمع الجزائر انڈونیشیا تک موجود ہیں۔

دلچسپی کا مرکز رہے ہیں۔ مثال کے طور پر مورخ الحثیشیاری (331ھ / 942ء) نے عکہ (Acra) اور صیدا (Sidon) کے صدر دروازوں اور آذر بائیجان کی ایک سرکاری عمارت پر لگے ہوئے کتبات کی نشان دہی کی ہے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اس نے 630 ہجری میں موصل کی مسجد کے دالان میں پتھر کی ایک تختی دیکھی جس میں عباسی خلیفہ مہدی کے دور حکومت میں مسجد کی توسیع کے بارے میں مفید معلومات درج تھیں۔ بعد ازاں چودھویں اور پندرھویں صدی کے عرب مؤرخین، مثلاً: تقی الدین احمد بن علی المقریزی (متوفی 845ھ / 1441ء)، اور تقی الدین الفاسی (775-832ھ / 1374-1428ء) نے، جنہوں نے مکہ کے مشہور دارالعلوم المدرسہ السلطانیہ الغیاثیہ البنکالیہ میں درس دیا تھا، اس خطے کی تاریخ کے اہم ذریعے کی حیثیت سے کتبات کا تفصیلی مطالعہ کیا۔ مثال کے طور پر المقریزی نے الوطاطیط کے کنوئیں پر لگے ہوئے وقف کے کتبے کی پوری مشکل عبارت کو پڑھ لیا۔ یہ کنواں وزیر ابو الفضل کی سرپرستی میں تعمیر کیا گیا تھا (6)۔ الفاسی نے قدیم شہر مکہ کے تعمیراتی آثار کا جائزہ لیا تھا۔ اس کا کتبہ شناسی کا طریقہ زیادہ مرتب اور اصولی تھا۔ اس نے کتبوں کی عبارتوں میں درج تاریخ اور ماہ و سال کا مقابلہ دوسرے تاریخی ذرائع سے بھی کیا اور یوں مکہ کی تاریخ کے بارے میں اس کی تحقیقات زیادہ صحیح اور معتبر قرار پائیں (7)۔

تاہم کتبہ شناسی کو ایک باضابطہ علم کے درجے تک پہنچانے میں جمال الدین محمد ابن علی الشیبی (779-837ھ / 1378-1433ء) (8) کا بڑا ہاتھ ہے۔ اس نے مکہ المکرمہ کی قبروں کی تختیوں اور الواح کا نہایت باریک بینی سے مطالعہ کیا تھا، اس نے علم کتبہ شناسی کو ایک ایسے اعلیٰ معیار پر فائز کر دیا، جس کی اس سے پہلے کوئی نظیر نہ تھی۔ اسے بجا طور پر بابائے کتبہ شناسی کہا جاسکتا ہے۔ الفاسی نے تو تاریخ مکہ پر اپنے یادگاری کام کے وقت تاریخی عبارتوں کے درمیانی خلا کتبہ شناسی کی شہادتوں سے پر کیے تھے۔ لیکن الشیبی نے اس سے بھی آگے بڑھ کر کتبات کا مطالعہ، فن برائے فن، یعنی خالص کتبہ شناسی کے فن کی نظر سے کیا۔ اس نے نہ صرف یہ کہ بڑی وقت نظری سے المعلّا کے قبرستان (یہ جزیرہ المعلیٰ کے نام سے زیادہ مشہور ہے) کی بے شمار قبروں پر لگے ہوئے کتبات سے پرانے زمانے کے رسم الخط میں لکھی ہوئی ناقابل فہم عبارتوں کو پڑھا، سمجھا اور سمجھایا، بلکہ آج کے کسی کتبہ شناس کی طرح، طرز رسم الخط اور تاریخ کتابت وغیرہ کے بارے میں بنیادی معلومات بھی فراہم کیں۔

بہر کیف پورے علمی شوق اور انہماک کے ساتھ اسلامی کتبات کا باضابطہ مطالعہ انیسویں صدی کے اواخر میں اس وقت شروع ہوا جب سوئٹزر لینڈ کے مشہور مستشرق میکس وان بریشیم (1863-



بنگلہ میں بختیار خلجی کے جاری کردہ اولین اسلامی سکے

عربی زبان میں کتبہ شناسی کے میدان میں جن دانشوروں کے نام پیش پیش ہیں وہ یہ حضرات ہیں:- حسن محمد الحواری، ابراہیم جمعہ، حسن الباشا، ذکی محمد حسن، عبد الرحمن فہمی، محمد یوسف صدیق (11) اور بعض دوسرے حضرات۔ دوسری اسلامی زبانوں، بالخصوص فارسی، اردو، ترکی، بنگالی، پشتو، ملاوی اور انڈونیشی میں بھی اس فن کے متعلق قابل تحسین کام ہوئے ہیں۔

اسلامی کتبہ شناسی کی اہمیت:-

ہر کتبہ خواہ وہ کسی سنگ میل پر لگا ہوا ہو یا کسی قبر کی لوح ہو، کسی نہ کسی مفید اعلام کا حامل ہوتا ہے۔ نقش کندہ حجری تختیوں کا رواج اتنا عام تھا کہ آج یہ تصور کرنا بھی مشکل ہے کہ اسلامی تہذیب و ثقافت کے گہوارہ میں پیدا

شدہ کوئی تاریخی عمارت کتبے سے خالی ہو۔ حتیٰ کہ اسلامی مصوری میں بھی جن عمارات کی تصویر کشی پائی جاتی ہے ان میں اکثر کتبہ شدہ تختیوں کی زیبائش کی جاتی ہے۔ بعض تعمیراتی کتبہ کافی بڑے سائز کے ہوتے ہیں اور دیکھنے والوں کی توجہ ساحرانہ انداز میں اپنی طرف مبذول کر لیتے ہیں۔ اور ویسے بھی کتبہ ماحول کو پسندیدہ اور جمالیاتی بنانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ سیاہ رنگ کے غلاف کعبہ "الکِسْوَة الشَّرِیْفَة" پر سنہری حروف میں کتبہ شدہ پٹیاں، اور اسی طرح اوائل دور میں اسلامی پارچہ جات پر سوزن کاری سے ابھرا خطاطی کے نہایت خوبصورت نمونے "طراز" کی بناوٹ کے بارے میں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان پر تعمیراتی کتبہ نگاری کا اثر تھا اور اسی طرح خود تعمیراتی کتبہ نگاری پر بھی ان کا اثر ہوا (12)۔

اکثر و بیشتر صورتوں میں جب کبھی کوئی خطہ اسلامی حکومت کے زیر اقتدار یا زیر اثر آیا تو عام بول چال کے لیے تو مقامی زبان کو برقرار رکھا گیا، لیکن دفتر، مذہب، تعلیم اور ادب کے لیے عربی کو سرکاری زبان

(1923) کی بے لوث کاوشوں کے نتیجے میں اسلامی کتبہ شناسی کے کچھ اصول وضع ہوئے۔ برشیم کو بجا طور پر اسلامی کتبہ شناسی کی جدید سائنس کا رہبر اول قرار دیا گیا ہے۔ انہوں نے عربی کتبات کی تفہیم کے لیے جو منہج تحقیق مرتب کیے، وہ محض فنی ہیئت کی حیثیت نہیں رکھتے، بلکہ زبان، تاریخ، مصوری اور فن تعمیر کے شعبوں میں مطالعات شرق کے لیے ایک خاص علمی اہمیت کے بھی حامل ہیں۔ کتبات کی مرموز زبان کو پڑھنا، سمجھنا اور پھر ترجمہ کرنا، یہ کام بجائے خود بڑی مہارت مانگتا ہے، لیکن برشیم نے توہر کتبہ کا اس کے ثقافتی اور تاریخی سیاق میں تجزیہ کرنے کا طریقہ وضع کیا۔ جس کے نتیجے میں کتبہ شناسی کا ایک مستقل علمی منہج وجود میں آیا۔ جس میں خاص وقت اور خاص ماحول میں کتبے میں درج شخصیات کے سوانحی خاکے کا بھی جائزہ لیا گیا۔ اس کی اہم تالیفات مثلاً *Matériaux pour un Corpus Inscriptionum Arabicarum* (9) نے فی الحقیقت اسلامی کتبہ شناسی کو ایک مستحکم بنیاد پر قائم کرنے کی راہ ہموار کر دی۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد اسلامی کتبات کی فہرست طبع کرنے کا یادگاری اور عظیم الشان کام 1931ء میں *Répertoire chronologique d'épigraphie arabe* کی قاہرہ سے اشاعت سے شروع ہوا اور 1964 تک جاری رہا۔ اس مخزن کی ابتدائی سولہ جلدوں میں آٹھ ہزار سے زیادہ اسلامی کتبات مرتب کیے گئے۔ ان کتبات کا تعلق پہلی آٹھ صدیوں سے ہے۔ ان کی تدوین و اشاعت کا کام ہنوز جاری ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ یہ مخزن کتبات کئی لحاظ سے نامکمل ہے، اور اس اعتبار سے بھی کہ اس کی اشاعت کے بعد متعدد نئے کتبات دریافت ہو چکے ہیں، تاہم اسے انتہائی مفید اور کارآمد فہرست قرار دیا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اسلامی کتبات کی سال بہ سال اور خطہ بہ خطہ باضابطہ تقسیم وار، واحد موجود فہرست ہے۔ مغربی زبانوں کے شعبے میں جن بڑے بڑے دانشوروں نے اس ضمن میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

Tychsen, Reinaud, J. J. Marcel, George C. Miles, S. Flury, Gaston Wiet, E. Herzfeld, A. Grohmann, Jean Sauvaget, Moritz Sobernheim, E. Lévi-Provençal, J. Sourdelle-Thomine, Mohammad Yusuf Siddiq (10).

قرار دیا گیا۔ وسطی اور جنوبی ایشیاء میں فارسی شاہی درباروں کی زبان تھی، لیکن مسلمانوں کی مذہبی اور قومی زبان عربی ہی رہی۔ ان وسیع و عریض جغرافیائی خطوں میں اسلامی کتبہ نگاری میں عربی اور فارسی دونوں زبانیں استعمال کی گئیں۔ حکمران فارسی استعمال کرتے تھے حالانکہ بیشتر کا تعلق ترکستان اور افغانستان سے تھا اور گھر میں اہل خاندان ترکی بولیاں بولتے تھے۔ جنوبی ایشیاء میں ترکی زبان میں لکھے گئے کتبات ناپید ہیں۔ کیونکہ فاتحین ترکی کو تحریری زبان کے طور پر استعمال نہیں کرتے تھے۔ ہندوستانی زبانوں میں سنسکرت کو بھی کتبوں کے لیے کبھی کبھار استعمال کیا گیا۔ البتہ اسے سکوں میں زیادہ استعمال کیا گیا۔ اختیار الدین محمد بختیار خلجی نے اپنی فتح گوڑ کی خوشی میں جو یادگاری سکے جاری کیا تھا، اس پر عربی اور سنسکرت دونوں زبانیں درج ہیں۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ مسلم برسر اقتدار طبقہ اشرافیہ کی ثقافت کی سرپرستی کرتا تھا۔ خواہ اس کے لیے عوامی ثقافت کو ہی کیوں نہ قربان کرنا پڑے۔ بنگال میں پہلے اور تیسرے اولین کتبات، جو اولین مسلم حکمرانوں، یعنی سلطان علاؤ الدین (607-610 ھ / 1210-1213ء) اور بلکا خان خلجی (626-628 ھ / 1229-1231ء) کے عہد میں لکھوائے گئے، وہ فارسی میں ہیں۔ جبکہ ایک خانقاہی کتبہ ملا ہے جو 618 ھ / 1221ء میں عربی زبان میں لکھا گیا اور جس کا تعلق سیان ضلع بیر بھوم کے حکمران غیاث الدین عوض کے عہد سے ہے۔ یہ مقام مغربی بنگال میں واقع کھنور کے قدیم اسلامی مرکز سے زیادہ دور نہیں ہے۔ (دیکھئے نقشہ نمبر 4)۔ بنگال ان اولین اور قدیم ترین خطوں میں سے ہے جن کے تعمیراتی کتبوں کے لیے فارسی استعمال ہوئی۔ خاص طور پر اس خطے میں مغلیہ حکومت قائم ہونے کے بعد کتبہ نگاری کے لیے فارسی کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ یہ بات واقعی حیرت انگیز ہے کہ فارسی اتنے اوائل عہد میں اور ایران اور وسط ایشیاء سے اتنی دور اس خطے میں کیونکر کتبہ نگاری کی عام زبان بن گئی۔

اسلامی کتبات کی مختلف خصوصیات :-

بلاشبہ اسلامی کتبات کی قدیم و پیچیدہ اور علامتی عبارت کو پڑھنا بہت مشکل ہوتا ہے، اور ان سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ بسا اوقات عوام کی دلچسپی کی چیز نہیں ہوتیں۔ یہ بھی درست ہے کہ کتبہ شناسی سے معلومات آسانی دستیاب نہیں ہوتیں۔ یہ معلومات بکھرے ہوئے ٹکڑوں کی صورت میں یہاں وہاں سے ملتی ہیں۔ پھر ان ٹکڑوں کے اندر پوشیدہ معانی کو دوسرے ذریعوں سے حاصل کردہ معلومات سے جوڑا جاتا ہے۔ اس راہ میں مشکلات بہت زیادہ ہیں۔ تاہم کوشش پیہم سے اتنی مہارت اور دانائی پیدا کی جاسکتی ہے کہ

کتبہ شناسی مفید ہونے کے ساتھ ساتھ دلچسپ بھی بن جائے۔ سیاسی تاریخ کے نقطہ نظر سے دیکھیں تو کتبے کی عبارت ہی سے بہت سی بنیادی اور اہم معلومات حاصل ہو جاتی ہیں، مثلاً: کتبہ لگانے کی تاریخ، جگہ کا نام، حکمران کا نام، کتبہ لگوانے والے کا نام وغیرہ۔ تاریخ نویس ان تمام بکھری ہوئی معلومات کو اپنی تاریخ کی مربوط عبارت میں منظم و مدون کر لیتا ہے۔ اگر کتبے پر لکھا ہوا حکمران کا نام، ہم عصر تواریخ میں درج حکمران کے نام سے مختلف ہے، تو اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی غیر معمولی واقعہ (مثلاً بغاوت وغیرہ) ہوا ہوگا، جسے مورخین نے کسی نہ کسی وجہ سے درج کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ اس کی ایک مثال بنگال کا بڑا بیٹا باڑی کتبہ (934ھ/1528ء) ہے۔ اس پر بنگال کے حکمران کا نام سلطان محمود شاہ لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ اس وقت اصل حکمران سلطان نصرت شاہ تھا۔ اس کا یہ مطلب نکالا جاسکتا ہے کہ 1528ء میں حقیقی حکمران نصرت شاہ کے اقتدار کے خلاف اس کے بھائی محمود شاہ نے بغاوت کی اور خطے کا حکمران ہونے کا اعلان کیا، حالانکہ اس زمانے کی تاریخی کتابوں میں اس طرح کا کوئی واقعہ درج نہیں ہے۔ اس زمانے کے درباری وقائع نویس بغاوت، بد امنی اور سرکشی کے واقعات جو حکمرانوں کے اقتدار کے خلاف ہوئے تھے، اپنی تحریروں میں درج نہیں کیا کرتے تھے۔ تاکہ قارئین کو یہ تاثر دیا جائے کہ اس حکمران کے پورے عہد میں امن، ترقی اور خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ سیدھی سی بات ہے کہ کتبات پر درج تاریخیں مورخین کی تحریروں میں درج تاریخوں سے زیادہ معتبر ہیں، اور اسی لیے وہ خطے کی تاریخ کے واقعات کی تعبیر نو کے ضمن میں زیادہ قیمتی اور کارآمد ہیں۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے دہلی کی قدیم ترین جامع مسجد کی محراب پر ایک یادگاری کتبہ دیکھا، اور بغور اس کا مطالعہ کیا۔ اوریوں انہیں مسلمانوں کی فتح دہلی کی صحیح تاریخ کا علم ہوا۔ (13)

اسلامی کتبات کسی خطے کی سیاسی تاریخ کے بارے میں انتہائی ضروری تاریخی شواہد بھی فراہم کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سلطنت بنگالہ کے بعض حکمرانوں کے نام صرف ان کتبوں کے فراہم کردہ شواہد ہی کی بنیاد پر معلوم ہوئے ہیں۔ اکثر صورتوں میں درباری وقائع نویس، جو صوبوں سے دور دراز کے فاصلے پر اقامت پذیر ہوتے تھے۔ مقامی عمال حکومت کے نام اپنی تحریروں میں درج نہیں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اکثر و بیشتر صورتوں میں صرف کتبات ہی یہ معلوم کرنے کا واحد ذریعہ رہ جاتے ہیں کہ مقامی انتظامیہ کا کیا احوال تھا، تعلق داروں، پولیس افسروں، مقامی فوجی کمانڈروں اور مرکزی حکومت کے نمائندوں اور ان کے مقررہ منصب داروں کے کیا نام تھے۔ ان ناموں کی اہمیت یہ ہے کہ تاریخی مواد کی چھان بین، تحقیق و تشریح میں ان سے بڑی مدد ملی جاسکتی ہے۔ اسی طرح مقامات یا انتظامی یونٹوں اور ڈویژنوں کے پرانے یا اصلی نام، نیز جس

وقت یہ کتبہ لگایا گیا تھا اس وقت کی سماجی یا مذہبی تاریخ کے کوائف بھی محفوظ کیے جاسکتے ہیں۔ یادگاری کتبہ تو ہمیں یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ اس یادگار کی کیا اہمیت تھی۔ طاقت اور اقتدار کا اعلان و اشتہار تاریخی لحاظ سے شہر میں داخلے کے یادگاری دروازوں (اور پھاٹکوں) سے منسوب کیا جاتا رہا ہے۔ کیونکہ اقتدار شاہی کا اعلان کرنے کے لیے مناسب مقام ان دروازوں ہی کو خیال کیا جاتا تھا۔ نیز کتبات کی عبارتوں سے خطے کے مذہبی حالات و رجحانات کو سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

کتبہ کی عبارتوں میں تھوڑا تھوڑا فرق ہو سکتا ہے، لیکن مفہوم و مقصد میں ایک وجہ مشترک، ایک پیغام کی یکسانیت پڑھنے والے کو محسوس ہو جاتی ہے۔ مسجد کے داخلی دروازے پر جو کتبہ لگا ہوتا ہے، اس میں عام طور پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں یا موقع کی مناسبت سے آیت قرآنی یا ایسی حدیث نبویؐ درج ہوتی ہے جس میں مساجد کی تعمیر اور خدمت کرنے والوں کے لیے آخرت میں اجر و ثواب کی نوید ہو۔ محرابوں میں لگے ہوئے کتبوں میں اکثر ایسی آیات کا انتخاب ہوتا ہے جس میں لفظ ”محراب“ استعمال ہوا ہو۔ خطاط اپنی جگہ مذہبی عمارات کے کتبات کی خطاطی سے روحانی اور جمالیاتی طور پر حظ اٹھاتے ہیں۔ خصوصاً جب اسماء حسنیٰ، بسم اللہ اور کسی روحانی موضوع پر کوئی فارسی یا عربی شعر لکھنے کا موقع ملے۔ کتبہ نگاری میں حدیث نبویؐ کا رواج گیارہویں صدی کے اواخر میں ہوا۔ نواسہ رسولؐ حضرت امام حسینؑ کے سر مبارک کے مقبرے کے منبر پر 484ھ/1081ء کی تاریخ درج ہے۔ (یہ مقبرہ پہلے عسقلان میں تعمیر ہوا تھا، بعد ازاں اسے فلسطین میں الخلیل [Hebron] کی ایک خانقاہ میں منتقل کیا گیا) (14)۔ مغل بادشاہ بابر نے اپنی خود نوشت ”تزک بابر“ میں اس شاندار کتبہ کا ذکر کیا ہے جو سمرقند کی اس مرکزی جامع مسجد کی پیشانی پر وجہ زیبائش تھا، جو اس کے داماد امیر تیمور نے اپنے محل سے متصل تعمیر کرائی تھی۔ اس کتبہ پر سورۃ البقرۃ کی آیت اذ یرفع ابراہیم القواعد انتہائی خوبصورت خطاطی میں لکھی ہوئی تھی۔ یہ آیت مساجد کے کتبوں پر عام طور پر لکھوائی جاتی تھی۔ نظر کی سطح سے بالا، یہ یادگاری کتبہ ساز میں اتنا بڑا تھا کہ بابر کے بقول یہ دو میل کے فاصلے سے بھی صاف نظر آتا تھا۔ مختصر یہ کہ دنیائے اسلام کے مختلف حصوں میں اس وقت کے کتبات کے مشترکہ عناصر و خصوصیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تاجروں، سیاحوں، احادیث جمع کرنے والوں، علماء اور صوفیائے کرام کے سلسلہ آمد و رفت کے ساتھ ساتھ اقدار و اذواق کی عالم گیریت کا ایک خاموش عمل بھی جاری و ساری تھا۔

کتبات کی عبارتوں میں درج آیات قرآنی و احادیث نبویؐ سے تاریخی حوالوں کی بھی نشان دہی ہو سکتی ہے۔ وہ اس لیے کہ ان کا انتخاب ایک خاص موقع کی مناسبت سے کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ آیات قرآنیہ یا

احادیث نبویہ کی صورت میں وہ ایک مذہبی پیغام کے حامل ہیں۔ یہ پیغام خطے کے مذہبی رجحانات و تغیرات کو سمجھنے میں بڑے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ آیتہ الکرسی عموماً قبر کے کتبوں پر، اور فن خطاطی کے نقطہ نظر سے مساجد میں اہم جگہوں پر لکھوائی جاتی ہے۔ کیونکہ اسے ذریعہ برکت خیال کیا جاتا ہے (15)۔ اسی طرح موقع کی مناسبت سے خاص حدیث کا انتخاب کتبہ نگاری کے لیے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مذہبی اہمیت کے مشاہیر کے اسمائے گرامی بھی کتبہ نگاری کی زینت بنتے ہیں۔ کسی کتبے پر خلفائے راشدین کے نام درج ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کتبہ بنوانے والا سنی ہے۔ اگر عمارت کا مالک یا سرپرست شیعہ ہے تو حضرت علیؓ پر پختن پاک کے نام کافی ہیں (16)۔ اور اگر عبارت میں وقف کی شرائط تحریر ہیں (17) جیسے ڈھاکہ کے قریب قصبہ نیا باڑی سے برآمد ہونے والے کتبے (1003ھ/1595ء) میں اور بنگال کے ایک اور کتبے (خانقاہ سیٹلمنٹ، 652ھ/1254ء) میں درج ہیں، تو پھر ایسی آیت کا انتخاب کیا جاتا ہے جس میں وقف کی نگہداشت کرنے والوں کے لیے ثواب و اجر کی خوشخبری اور اس کو نظر انداز کرنے یا نقصان پہنچانے والوں کے لیے سزا کی تنبیہ ہوتی ہے۔

نیا باڑی کا ”مدد معاش“ کا کتبہ (1003ھ/1395ء) اس امر کی بھی ایک اچھی مثال ہے کہ کتبے کبھی کبھی قانونی دستاویزات، مثلاً: مسجدوں اور مدرسوں کے لیے وقف ناموں کے اندراج کے لیے استعمال ہوتے تھے (18)۔ یہ روایت اٹھارہویں صدی تک دنیائے اسلام کے بعض حصوں میں قائم تھی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پتھر کی تختیاں دیرپا ہوتی ہیں اور ان کی چوری بھی بہت کم ہوتی ہے۔ بنگال میں ایسے کتبے خاصی تعداد میں ملتے ہیں، جیسے دوہار کا کتبہ (1000ھ/1591ء) اور بڑا کٹرا کا کتبہ (1052ھ/1642ء)۔ ایران میں قزوین کی ایک عمارت پر ایسا کتبہ موجود ہے، جس پر پورا وقف نامہ درج ہے (19)۔ لیکن عام طور پر مسلمان قانونی دستاویزات کی تحریر کے لیے کاغذ کو ہر زمانہ میں ترجیح دیتے رہے۔ مسلمانوں کی فتح بنگال سے پہلے (اولین حملہ اختیار الدین بختیار خلجی نے 601ھ/1205ء میں کیا تھا) اس خطے میں وقف اور اراضی کی ملکیت کے اندراج کے لیے عموماً تانبے اور دوسری دھاتوں کی تختیاں استعمال کی جاتی تھیں، پتھر کی تختیوں کا رواج نسبتاً کم تھا۔

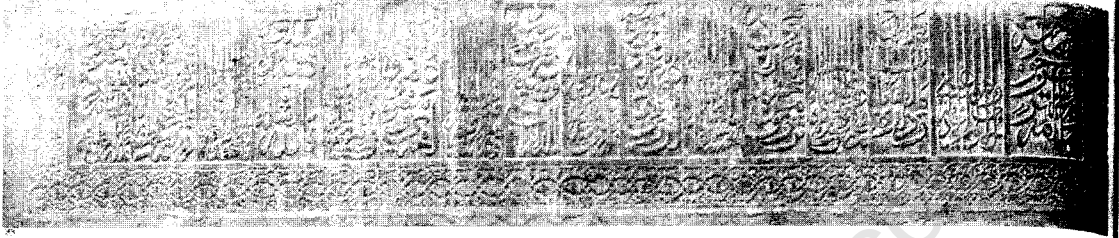
قبروں کے کتبوں اور الواح سے بھی اہم اور قیمتی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ بلکہ بسا اوقات کسی خاص خطے میں یہ نسلی نقل مکانی کا واحد معتبر ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ کیونکہ کتبے پر مرحوم شخص کا خاندانی نام، خطابات و القاب اور خصوصاً علاقائی نسبت سے اس کے خاندان کے اصل مقام اور اس کے قبیلے کا نام، مثلاً:

کابل، شیرازی یا قاقشال (Qaqshal) وغیرہ کی نشان دہی ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں کتبے میں مرحوم کے پیشے یا سماجی مرتبے کا حوالہ بھی ہو سکتا ہے جو معاشرتی اور نسلی مطالعے کے لیے مفید ثابت ہو (20)۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس شخصیت کی مستند تاریخ وفات کا علم ہو جاتا ہے جس کے لیے کتبہ بنایا گیا ہے۔

کتبات ہر قسم کی اور ہر طرح کی عمارات پر ملتے ہیں، یعنی مساجد، مدارس، خانقاہیں، مزارات، مقبرے، قلعے، محلات، تالاب، کنوئیں اور کارواں سرائے (دیکھئے نقشہ جات نمبر 1، 2، 3، 4، 5 اور کتبات کا گوشوارہ)۔ اس کے علاوہ کتبات بجائے خود اسلامی تہذیب میں سن وار تعمیر کا مستند ترین ریکارڈ بھی ہیں۔ ان سہولتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ کتبات کو کسی خاص خطے کی تعمیراتی سرگرمیوں کو سمجھنے کا اہم ذریعہ خیال کیا جاتا ہے۔ بہت سے کتبے خوبصورتی سے سجائے ہوئے پس منظر میں لگائے گئے ہیں۔ ان کے آرائشی ڈیزائن کا مطالعہ دلچسپ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی کتبہ خود تعمیراتی زیبائش میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے، مثلاً: بنگال میں گوڑ کے میاں درپر نیم دروازہ (871ھ/1466ء)۔ اکثر یوں بھی ہوتا ہے کہ اسلامی کتبات کا اثر عمارت پر پہلی نظر پڑتے ہی محسوس ہوتا ہے۔ بیشتر کتبات کے اندراجات یہ تفصیل بھی بتا دیتے ہیں کہ عمارت کی تعمیر کن حالات میں، کن مقاصد کے تحت اور کب ہوئی۔ خطاطی کی تختیاں عموماً مجموعی آرائشی پروگرام میں اس خوبصورتی سے سموئی ہوئی ہوتی ہیں کہ یہ نہیں لگتا کہ الگ سے ان کی پیوند کاری کی گئی ہے۔ بلکہ وہ پوری تعمیر کا ایک لازمی جزو لاینفک معلوم ہوتی ہیں۔ خصوصاً ایران (مشہد کی مسجد میر)، وسط ایشیاء (سرقد کا گور میر کی عمارت) اور ترکی میں عثمانی عہد کی عمارتیں۔ لیکن بنگال کا معاملہ قدرے مختلف ہے۔ یہاں کتبات تعمیر کی جمالیاتی وحدت کا حصہ نہیں ہیں، بلکہ دیکھنے میں وہ اپنی جداگانہ حیثیت برقرار رکھتے ہیں۔

اسلام کی اشاعت کا مطلب عربی کی دینی اور ادبی زبان کی حیثیت سے ترویج ہے۔ بیشتر کتبات عربی زبان میں لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ جن سے واضح اشارہ یہ ملتا ہے کہ بحیثیت مجموعی تعلیم یافتہ مسلمانوں کی ثقافتی زندگی پر اس کا گہرا اثر تھا۔ تمام مسلم ممالک میں مدارس اور دوسرے اسلامی اداروں میں عربی کی تدریس اعلیٰ پیمانے پر ہوتی تھی۔ وسطی اور جنوبی ایشیاء میں زیادہ تر فارسی چھائی ہوئی تھی۔ بنگال کے اسلامی کتبات میں دونوں زبانیں استعمال ہوئی ہیں۔ زبان، ڈیزائن، لے آؤٹ، موضوع، ادبی اسلوب، جمالیاتی ذوق کے حامل یہ اسلامی کتبات، اسلام کی ازمنہ وسطی کی غیر معمولی ثقافتی ہم آہنگی اور وحدت کے ثبوت ہیں۔

عالم اسلام کی عالمگیریت اور ثقافتی تسلسل :-



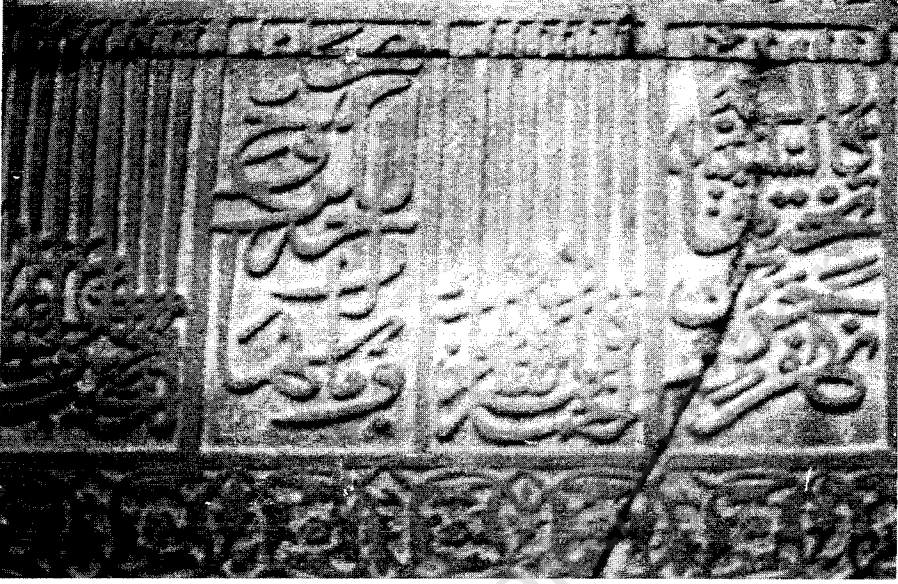
نیم دروازہ کا عربی کتبہ جس میں چند نہایت ہی نفیس عربی اشعار کے قطعات ہیں۔

بنگال کے دو انتہائی دلچسپ، دلکش اور نادر کتبات (871ھ / 1466ء) جو کبھی قدیم دار السلطنت گوڑ کے شاہی قلعے کے دو عظیم الشان شاہی داخلہ دروازوں، نیم دروازہ اور چاند دروازہ کی زینت بنے ہوئے تھے۔ ہماری خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔ کیونکہ یہ آٹھویں صدی ہجری / چودھویں صدی عیسوی کے ان شاندار کتبات سے گہری مماثلت رکھتے ہیں جو دنیائے اسلام کے دوسرے کونے میں غرناطہ کے قصر الحمراء پر بنے ہوئے تھے۔ گوڑ کے ان کتبات پر جو اشعار کندہ ہیں، ان کا ادبی اسلوب اور فنی ہیئتِ امام بوصیری کے قصیدۃ البردة سے مشابہت رکھتا ہے۔ لیکن چونکہ ان کتبات کی عبارتوں کا مقصد ”یادگاری“ تھا، لہذا اشعار کے وزن میں بحر بسیط کو آخر تک برقرار نہ رکھا جاسکا۔ یہ واقعی بڑی حیرت انگیز ہے کہ دو مختلف مسلم سلطنتوں کے دار الحکومتوں، یعنی گوڑ اور غرناطہ کی شاہی یادگاروں پر، جن کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ تھا، جو کتبات لگے ہوئے تھے ان کے تصور، اسلوب اور ڈیزائن میں زبردست ہم آہنگی اور مماثلت ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قصر الحمراء کا سرسری تعارف پیش کیا جائے۔

الحمراء، غرناطہ (سپین) میں اسلامی تہذیب کی یادگار عمارت ہے جو غرناطہ کی بیرونی سمت پہاڑی پر واقع ہے۔ اس کی دیواریں سرخ رنگ کی ہیں اور چکنی مٹی، چونے اور بجری سے تعمیر ہوئی ہیں۔ فن تعمیر کے لحاظ سے یہ اسلامی عہد زریں کا کلاسانی نمونہ ہے۔ اندرونی حصے میں پر تکلف نقش و نگار ہیں اور طغرائی گل کاری کی گئی ہے۔ ان کے اوپر کتبات ہیں، جن میں مختلف اشعار اور آیات قرآنی درج ہیں۔ محل کی تعمیر 629ھ / 1232ء میں محمد بن الامر نے شروع کروائی۔

الحمرء میں داخل ہونے کے لیے باب العدل سے گزرنا پڑتا ہے اس کے سامنے بائیں ہاتھ پر قلعے کا منظر ہے اور دائیں طرف محل ہے جو دو وسیع دالانوں پر مشتمل ہے۔ ایک ”قاعة البركة“ کہلاتا ہے۔ دوسرا دالان ”قاعة السباع“ یعنی شیروں کا صحن، کہلاتا ہے۔ فن تعمیر کے لحاظ سے اس میں تعمیر شدہ حوض قابل ذکر ہے۔ صحن کے عین مرکز میں بارہ شیر ایک دائرے کی صورت میں ایستادہ ہیں۔ اور ایک نلکی کے ذریعے پانی ہر ایک کے منہ سے خارج ہوتا ہے۔ اسے ”شیروں کا فوارہ“ کہتے ہیں۔ اس کے قریب ”ساحة الأختين“ یعنی دو بہنوں کا ایوان اور ”ساحة بني سراج“ یعنی بنو سراج کا ایوان ہے۔ محل کے جنوب میں سلطان محمد ثالث کی تعمیر کردہ ایک بڑی مسجد ہے۔

ایک دوسرے سے ہزاروں میل فاصلہ پر واقع محلات گوڑ اور الحمرا (دونوں دارالحکومتوں کی شاہی عمارتیں / کمپلیکس) کئی برسوں کی مسلسل محنت کے بعد مختلف مقاصد کے لیے تعمیر ہوئے تھے۔ شاہی خاندان کے نجی محل، مساجد، ایوان عدالت، محلات اور باغات وغیرہ کے کتبات کی عبارتوں کے لیے مقامی ہسپانوی زبان کی بجائے اعلیٰ درجے کی فصیح و بلیغ شاعرانہ عربی استعمال کی گئی ہے۔ دونوں کے کتبات میں مذہبی، سماجی اور ثقافتی سیاق کے حوالے سے ایک اور بھی بڑی دلچسپ مطابقت ہے۔ وہ یہ کہ دونوں دارالحکومتوں کے اندر مسلمان بکثرت آباد تھے اور ان کے اطراف میں غیر مسلموں کی اکثریت تھی۔ کیا ہم اسے محض اتفاق ہی سمجھیں کہ الحمرء اور گوڑ کے کتبوں میں درج اشعار میں مشترک موضوع شاہی محل کی شان و شوکت اور پانی کی قدرتی فراہمی و سیرابی ہے؟ یقیناً دلچسپی کی بات ہے کہ غرناطہ کے قریب سے دریا ڈرو Darro بہتا ہے اور الحمرا کے اندر اور باہر سنگتروں کے باغات کی آبپاشی کے لیے متعدد نہریں دریا سے نکالی گئی تھیں۔ یہی حال گوڑ کا بھی تھا، جہاں شاہی محل کے مغرب میں عظیم دریاے گنگا کی گزر گاہ تھی۔ محل کے خوبصورت اور وسیع مرغزار میں نہریں، تالاب اور جھیلیں بنائی گئیں تھیں۔ جو پانی بھی بافراط فراہم کرتی تھیں اور پس منظر کو بھی دلکش بناتی تھیں۔ ان نہروں کا حوالہ چاند دروازے کے کتبے میں درج اس شعر میں بھی ملتا ہے:



چاندروازہ کو مزین کرنے والے کتبے میں پائے جانے والے عربی اشعار میں سے چار قطعات

نَهْرٌ جَرَى تَحْتَهَا كَالسَّلْسَبِيلِ لَهُ أَجْنَاءُ ذُرٍّ قَلَّتْ بِالْفَقْرِ وَالْمِحَنِ

ترجمہ: ”اس کے نیچے نہر بہہ رہی ہے جیسے جنت کی نہریں اور جس کے لائے ہوئے

پھل سارا فقر و غم اپنے ساتھ لے جاتے ہیں“

اسی طرح نیم دروازے کے کتبے کی دوسری سطر میں درج اشعار سلطان بارک شاہ کے محل، اس کے یادگاری دروازے اور اس کے اطراف کے خوبصورت باغات کی یاد دلاتے ہیں۔ پورے کا پورا منظر، اسلامی، مسیحی اور یہودی مذہبی روایات اور کتب مقدسہ میں مذکور جنت عدن کے پس منظر میں دیکھیں تو یہ جنت کے باغ کا زمینی پیکر معلوم ہوتا ہے۔ غالباً جنت کے تصور کی زیادہ اثر انگیزی کے ساتھ ترجمانی چاند دروازے کے کتبے میں ہوئی ہے جس میں قرآن مجید کی اصطلاح ”السلسبیل“ کا بھی استعمال ہوا ہے۔ انڈیا کے محکمہ آثار قدیمہ نے 2002ء تا 2005ء گوڑ کی بائیس غازی دیوار سے متصل ایک مقام کی کھدائی کرائی تھی (21)۔ جس سے معلوم ہوا کہ نالیوں، راجا ہوں، تالابوں اور آبراہوں کا ایک مکمل نظام کام کر رہا تھا جس کے تحت بہتے پانی کی یہ تمام گزر گاہیں عظیم الشان چوٹی محل کے چاروں اطراف میں پھیلے ہوئے سرسبز باغات کو سیراب اور ایک دوسرے سے قطع کرتی ہوئی، بالآخر مغرب میں دریائے گنگا سے جالمتی تھیں۔ مذکورہ آبی گزر گاہوں میں سے ایک نہر ایک اندرونی (خفیہ) سرنگ کے اندر سے ہوتی ہوئی اور محل

کے وسط سے بڑی نفاست سے بہتی ہوئی، بالآخر گنگا کے سامنے بنے ہوئے محل کی پشت پر ایک خوش منظر گودی سے جا ملتی تھی۔

تعب کی بات ہے کہ قصر الحمراء کے کتبات میں درج اشعار میں باغات، حوضوں اور فواروں کا موضوع اکثر بیان ہوا ہے۔ مثلاً قاعۃ السباع، یعنی شیروں کے صحن، میں ایک شاندار فوارہ بھی تھا جس کی تحسین میں چند اشعار، انہار جنت کی تشبیہ میں، محل کے اندر بھی منقوش تھے۔ ان اشعار میں سے ایک جو عربی زبان میں ہے یہاں دیا جاتا ہے، یہ شعر وزیر لسان الدین خطیب کا تحریر کردہ ہے اور ایوان السفیر میں کندہ ہے:-

مَنْ جَاءَنِي يَشْكُو الظَّمَاءَ فَمَوْرِدِي

صِرْفُ الزَّلَالِ الْعَذْبِ دُونَ مِزَاجِ

ترجمہ: ”جو بھی میرے پاس تشنگی کی شکایت لے کرتا ہے

میں اسے ٹھنڈا، شیریں، پاکیزہ اور صاف مشروب پیش کرتا ہوں“

اسی طرح شیروں کے فوارے پر درج، شاعر ابن زمرک کے اشعار میں سے ایک یہ ہے جس میں یہی (جنت والی) تشبیہ استعمال ہوئی ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْمَاءَ يَجْرِي بِسَفْحِهَا

وَلَكِنَّهَا أَبْدَتْ عَلَيْهِ الْمَجَارِيَا

ترجمہ: کیا تم نے آب رواں کا بہاؤ نہیں دیکھا،

دیکھو کس طرح اوپر سے اتر کر موج پر موج پیدا کر رہا ہے

ان تمام اشعار میں پانی کو فن کتبہ نگاری کے ایسے سحر طراز پہلو سے ہم کنار کر گیا دیا ہے جس نے ان یادگاری کتبوں کو ایک جداگانہ اور خاص معنی پہنا دیے ہیں۔ پانی سے متعلق ابن زمرک کے دوسرے اشعار میں بعض دوسری نوعیت کی تشبیہات پیش کی گئی ہیں، جو قصر الحمراء کے دوسرے مقامات کے کتبات پر درج ہیں: مثلاً الإبريق (جگ)، إناء الماء (صراحی)، برج الماء (پانی کا مینار) جو الحمراء کے صحن کی شان و شوکت بڑھاتا تھا، لیکن عرصہ ہوا یہ سب کچھ غائب ہے۔ البتہ فناء البركة، یعنی ”ایوان حوض“ اور ”جہاز کی گودی“ آج تک موجود ہیں۔ جو ہمیں اس وقت کے بہتے پانی کے حسن کی یاد دلاتی ہیں۔ اسی طرح باب الشریعت میں بھی یہ استعارہ مل سکتا ہے کیونکہ شریعت کا ایک معنی پینے کے پانی کا چشمہ بھی ہے۔ الحمراء کے

سامنے کا صحن، جہاں سے پورے کمپلیکس کا آغاز ہوتا تھا، فناء الریحان یا ایوان الریحان کہلاتا تھا۔ یہاں ریحان اور نیاز بو کے خوشبو دار پودے منظر کو عطر بیز بنائے ہوتے تھے۔ کیسی تعجب کی بات ہے کہ بنگال کے دار الحکومت گوڑ کے چاند دروازے کے بھی ایک کتبے میں لفظ ”ریحان“ موجود ہے۔ شعر یہ ہے۔

بَابُهُ رَاحَةُ لِلرُّوحِ رِيحَانًا لِذِي الْحَبِيبِ وَلِلْأَعْدَاءِ كَالشَّطَنِ

ترجمہ: ”یہ دروازہ راحت دیتا ہے احباب کو جس طرح ریحان روح

کو آرام دیتی ہے لیکن دور اور پرے رکھتا ہے دشمنوں کو ہمیشہ کے لیے“

گوڑ کے میاند در اور الحمراء دونوں شہروں کے کتبات سے حکمرانوں اور برسر اقتدار طبقوں کی اس بنیادی خواہش کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ خواہ کہیں بھی ہوں، کسی بھی عہد میں ہوں، وہ بے محابا اور قطعی اقتدار اور شوکت و جلالت کے طلب گار ہیں۔ نیم دروازے کے کتبے کے بالائی نصف حصے میں واقع پہلی سطر کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں کیونکہ وہ زمانے کی دست برد کی نذر ہو چکا ہے۔ اور ساتھ ہی وہ دروازہ بھی عرصہ ہوا دنیا سے غائب ہو گیا ہے۔ لیکن ہر شخص آسانی سے تصور کر سکتا ہے کہ کتبے میں جو اشعار درج تھے ان میں بنگال کے سلطان باربک شاہ کے اقتدار کی بے نظیر شان و شوکت اور اس کے عظیم الشان محل کی توصیف کی گئی ہوگی۔ چاند دروازے کے کتبے اور نیم دروازے کے باقی ماندہ کتبے میں جو اشعار اب تک موجود ہیں، وہ سلطان کی پر جلال حکمرانی اور شاہی محل کی بے مثال رونق افزائی کی تعریف و تحسین میں قصیدہ خوانی کرتے ہیں۔

گوڑ کے ان دونوں دروازوں کے کتبات کے اشعار الحمراء کے کتبات کے اشعار سے موضوع کے لحاظ سے بڑی مشابہت رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر الحمراء کے ایک کتبے کے یہ اشعار دیکھیے۔

يَا ابْنَ الْمُلُوكِ وَأَبْنَاءَ الْمُلُوكِ وَمَنْ

تَعْنُوا النُّجُومَ لَهُ قَدْرًا إِذَا انْتَسَبَ

إِنْ كُنْتَ شَيْدْتَ فَصْرًا لَا نَظِيرَ لَهُ

حَازَ الْعُلَى وَتَمَّتْ مِنْ دُونِهِ الرُّتَبُ

ترجمہ:

”اے راجاؤں کے بیٹے اور بادشاہوں کے بیٹو! تمہاری طاقت کی کیا ہی عظمت (ٹھکانا)

ہے جس کے آگے ستارے اطاعت سے جھک جاتے ہیں

اس وقت جب تمہارا حسب نسب سامنے ہو

اور تم جب کوئی محل تعمیر کرتے ہو
تو دنیا میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہوتا
وہ اتنا بلند، اتنا بلند ہوتا ہے

کہ اس کے سامنے تمام بلندیاں پست ہو جاتی ہیں“
تقریباً یہی موضوع اس کتبے میں نظر آتا ہے جو دو شیروں کے سروں پر لگا ہوا تھا، جن کے منہ سے الحمراء کے
حوض میں پانی گرتا تھا۔ مذکورہ کتبے کے آخری اشعار یہ ہیں۔

تَبَارَكَ مَنْ أَعْطَى الْإِمَامَ مُحَمَّدًا
مَعَانِي زَانَتْ بِالْحِمَالِ الْمَعَانِيَا
وَالَا فِهَذَا الرُّوضُ فِيهِ بَدَائِعُ
أَبَى اللَّهِ أَنْ يَلْقَى لَهَا الْحُسْنَ ثَانِيَا
ترجمہ:

”مبارک ہو وہ جس نے امام محمد کو محل عطا کیا
ایسا محل کہ جمال میں دنیا کے محلات سے بڑھا ہوا،
یہی ہے وہ باغ جس میں فن کے تمام عجائبات موجود ہیں
جس کی کوئی نظیر، خدا کرے کہیں اور نہ ہو“



اتھارویں صدی کے آخر میں مرسوم چاند دروازہ کا ایک منظر جس کی تصویر کشی کریٹن نے اپنی کتاب ”Ruins of Gaur“ کے لئے کی تھی۔

چاند دروازے کے کتبے میں سلطان باربک شاہ کی توصیف اس پیرائے میں کی گئی ہے کہ روئے زمین پر اس جیسا بادشاہ اور کوئی نہیں ہے۔

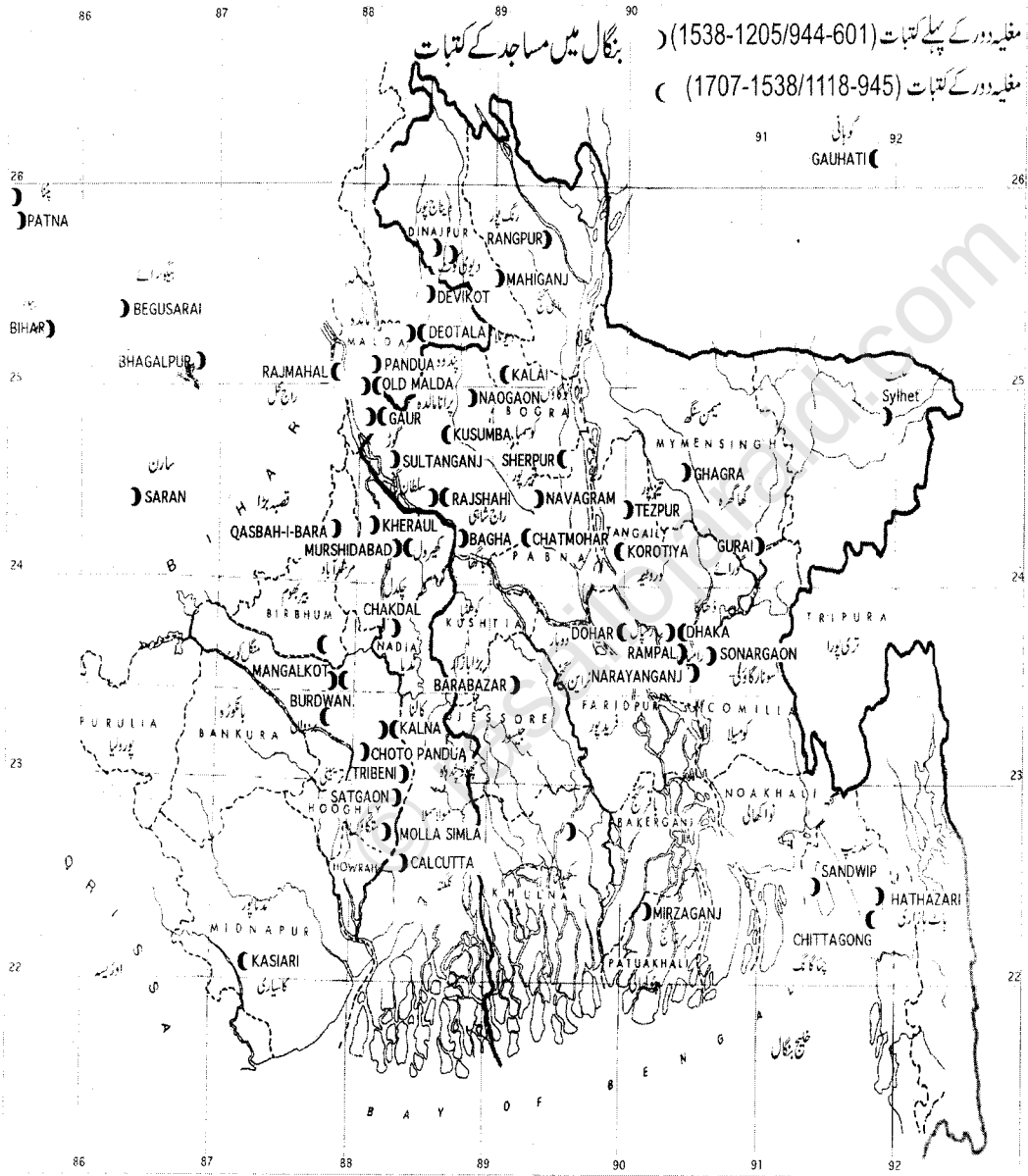
هل في العراقين سلطان له كرم
كبار بكشاه وفي الشام واليمن
كلا فما في بلاد الله قط له
في البذل مثل فهذا واحد الزمن
ترجمہ:

کیا دونوں عراقوں (کوفہ و بصرہ) میں، یا شام و یمن میں،
باربک شاہ جیسا کوئی صاحب دل اور سخی بادشاہ ہے؟
نہیں کوئی نہیں اللہ کی زمین میں،
ایسا فیاض اور سخی، منفرد اور یکتائے روزگار کوئی نہیں ہے

جہاں چاند دروازہ سلطنتِ گوڑ میں ایک اہم دروازہ تھا، وہاں البرج القمری (اردو میں چاند مینار کہ لیں) الحمراء میں ایک اہم تعمیراتی مینار تھا۔ ہم عالم اسلام میں جہاں علاقائی ثقافتی مظاہر میں زبردست تنوع اور گونا گونی دیکھتے ہیں، وہاں قابل ذکر ثقافتی تسلسل اور ہم آہنگی بھی دیکھتے ہیں۔ گویا کہ خیالات و افکار کی آمد و رفت اسلامی مشرق اور اسلامی مغرب کے درمیان وسیع پیمانہ پر تھی۔ اگر لفظاً نہ سہی کم از کم روحانیت کے مفہوم میں ہے۔ اسلامی تہذیب کی اشاعت و وسعت کے ساتھ ساتھ پرانی دنیا میں عالمگیریت کا رجحان رفتہ رفتہ اور خاموشی سے بڑھتا جا رہا تھا۔

اگرچہ شاعرانہ اسالیب فارسی کتبات میں عام رواج پا گئے تھے، خاص طور پر سولہویں صدی میں بنگال میں مغلوں کی آمد کے بعد، لیکن اس دور سے پہلے وہ عربی کتبات میں شاید ہی استعمال ہوتے تھے۔ یہ اشعار بادشاہ کی شان و شوکت کے ترجمان تھے۔ خواہ الحمراء کا بادشاہ ہو یا گوڑ کا، کہا جاسکتا ہے کہ ان کا ایک خاص موضوع ہوتا تھا۔ یعنی خاص عمارت کی تعمیر کے مقصد کی تشریح جس میں صرف محل، مثلاً یادگاری دروازوں ہی کا ذکر نہ ہو، بلکہ اس کے منفرد پیش منظر و پس منظر کی بھی عکاسی کی جائے (22)۔

الحمراء اور گوڑ کے دو مختلف کتبہ نگاری کے نمونوں میں اشتراکِ فن کے علاوہ چند امتیازی پہلو بھی ہیں۔ مثال کے طور پر الحمراء کے کتبات آنکھ کی سیدھ میں دیواروں کی خالی جگہوں یا طاقچوں میں بنائے گئے تھے۔ فنی لحاظ سے وہ بحیثیت مجموعی عمارت کے آرٹشی ڈیزائن (Design) سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔ اس کے برعکس گوڑ میں نیم دروازے اور چاند دروازے، دونوں کے کتبات نظر کی سطح سے اتنے اوپر لگائے گئے تھے کہ ان کا پڑھنا عام آدمی کے لیے بہت دشوار ہوتا تھا۔ ماسوائے اس کے کہ علاقے کے چند دانا لوگ، یعنی علماء ہی خصوصی کاوش سے پڑھ سکتے۔ دوسرا فرق دونوں شہروں کا یہ ہے کہ الحمراء کے کتبات کے شاعروں کے نام معلوم و معروف ہیں، مثلاً: ابن زمرک، جس نے ایوانِ ریحان کے اشعار موزوں کیے، ابن حبیب، جس نے ایوانِ ریحان سے متصل دو بڑے ہال کمروں کے اشعار لکھے، اور وزیر لسان الدین خطیب (23)۔ اس کے برعکس چاند دروازے یا نیم دروازے کے کتبوں پر درج خوبصورت اشعار تخلیق کرنے والوں کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے۔ حتیٰ کہ ہمیں ان کا نام تک معلوم نہیں۔ ایک اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ قصر الحمراء کا اکثر حصہ سلامت ہے، جبکہ سلطنتِ گوڑ کے بہت کم آثار باقی رہ گئے ہیں۔



نقشہ سوم:- ازمنہ وسطیٰ کے بنگال میں مساجد کا فروغ

بنگالی کتبات کے اسالیب و نقوش کے مختلف دلچسپ پہلو:-

بنگال کے اسلامی کتبات میں خطاطی کے نمونوں نے اسلوب کے سو سو رنگ دکھائے ہیں۔ یہ تنوع متعدد یادگاری عمارات کے زمانہ تعمیر کا تعین کرنے میں بڑا مددگار ثابت ہوتا ہے۔ بصورت دیگر ان کا زمانہ طے کرنا بہت دشوار ہے۔ بنگال میں پتھر پر نقش کاری اور مجسمہ سازی و پیکر تراشی کی عظیم روایت خاندان پالا

(Pala Dynasty : 750-1150ء)، اور خاندان سینا (Sena Dynasty : 1095ء-1300ء) کے زمانے سے چلی آرہی تھی۔ پالا خاندان بدھ مت اور سینا خاندان ہندو مت کے مذہبی تصورات سے متاثر تھا۔ اعلیٰ درجے کی حجری نقش کاری اور مجسمہ سازی کی روایت کے باوجود فن کاروں اور ہنرمندوں نے زمانہ قبل از اسلام میں بالعموم اپنی فنی مہارت کو آرائشی فن تحریر میں نہیں آزمایا۔

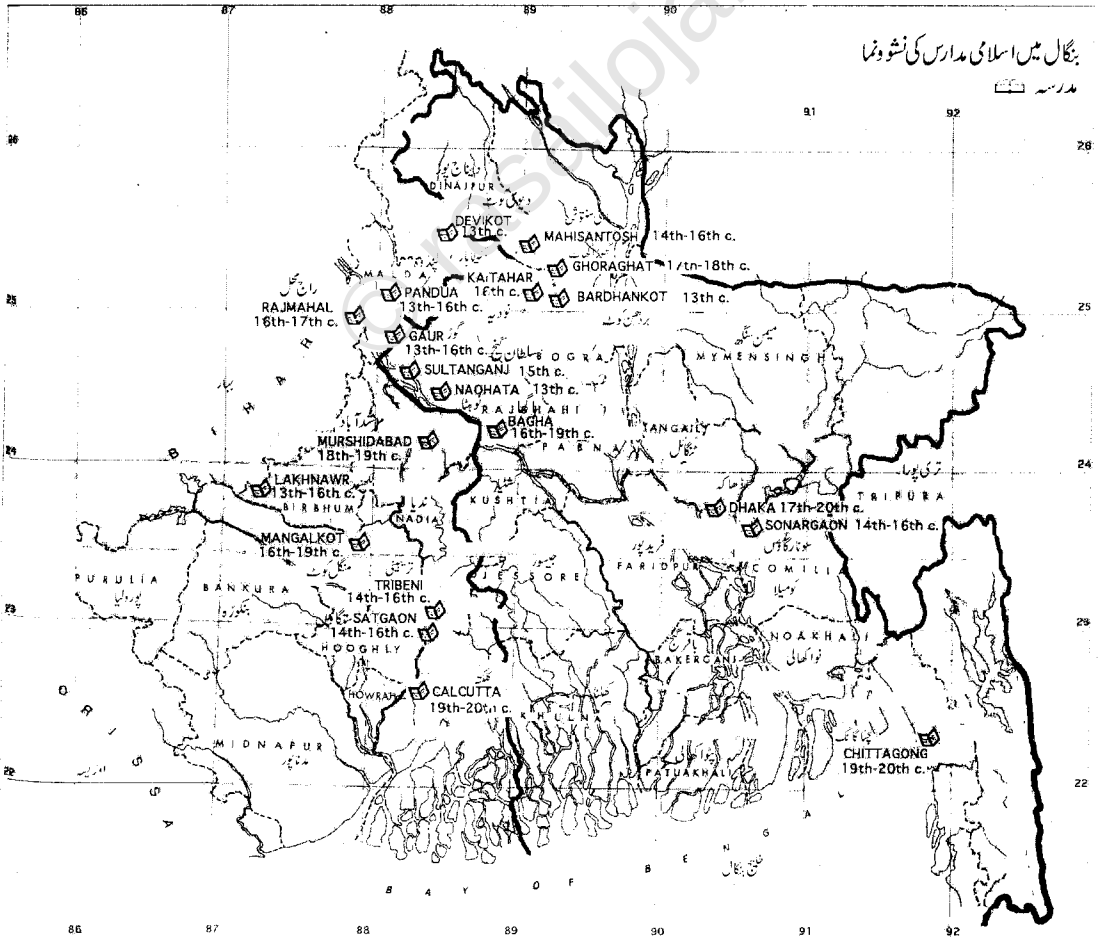
تیرھویں صدی کے اوائل میں ظہور اسلام کے ساتھ ہی سب کچھ بدل گیا۔ نقش کاری، پیکر تراشی اور مجسمہ سازی کے فنون اگرچہ خدائی طاقت کے ذریعہ اظہار کے طور پر علامات کی شکل اختیار کر کے دوسری روایات میں ڈھل گئے۔ لیکن اسلامی ثقافت میں وہ کوئی خاص اہمیت یا قدر و منزلت حاصل نہ کر سکے جس کا دینی پیغام سراسر بت پرستی کے خلاف (Aniconic) اور وحدانیت پر مبنی تھا۔ اس کی بجائے مسلمانوں نے اپنے فنی ذوق و شوق کے اظہار کے لیے دوسرے ذرائع دریافت کیے اور فن خطاطی ان کے لیے بہترین ذریعہ اظہار ثابت ہوا۔ چنانچہ مسلمانوں کی فتح بنگال (1205ء) کے بعد خطاطی نے اس خطے میں ایک بالکل نیا کردار ادا کیا۔ بنگالی فنکاروں نے اپنی حجری نقش کاری کی مہارتوں کا رخ خطاطی کی طرف موڑ دیا۔ اور پتھر ہی میں اسلامی خطاطی کے انتہائی حیرت انگیز نمونے تخلیق کیے۔ جس میں سے کچھ آج تک صحیح سلامت موجود ہیں۔ یہ کتبائے بجائے خود تاریخ فنی معلومات کا اچھا ماخذ ہیں۔



لکشمین سین کا یہ بنگلہ کتبہ حال ہی میں ضلع چبانی نواب گنج کے گاؤں بگماری سے دریافت ہوا ہے

زمانہ قبل از اسلام کے کتبات، سنسکرت اور بنگلہ زبان میں زیادہ تر کندہ کاری (Incise) کے نمونے ہیں۔ یعنی پتھر کی سطح کھود کر اس پر عبارت لکھی گئی ہے۔ جبکہ بنگال میں عربی اور فارسی کتبات بالعموم منبت کاری کی صورت میں ہیں، یعنی پتھر کی سطح اطراف سے کھود کر الفاظ ابھارے گئے ہیں (Relief/Raised form)۔ کندہ کاری کی صورت (Incised form) میں اسلامی کتبہ غالباً آج تک بنگال میں دریافت نہیں ہوا۔ حیرت ہوتی ہے کہ مصوری، فن تعمیر اور اسلامی کتبات کا اتنا شاندار ورثہ ہمارے لیے چھوڑنے والے محرم، خطاط، فن کار اور صاحب ہنر کہاں سے آگئے تھے۔ بیشتر محرموں اور خطاطوں کا اصل وطن تو جیسا کہ کتبات سے ظاہر ہوتا ہے ایران اور وسط ایشیا تھا۔ پتھر پر کندہ کاری کرنے والے معمار، ہنر ور اور کاریگر مقامی طور پر بھی بھرتی کر لیے گئے تھے۔ مصوری اور فن تعمیر کی سرگرمیاں باہمی میل جول کا تقاضا کرتی ہیں، جس کے تحت مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں ربط و ضبط بڑھ گیا۔ جہاں تک اسلامی کتبات کا تعلق ہے، تو اس کے سرپرست یعنی سلاطین یا امرائے دربار اس کام کا حکم دیا کرتے تھے۔ علماء عبارت لکھتے تھے اور خطاط پتھر کی تختی کے سائز اور سطح کے مطابق عبارت کا نقشہ (Design & Layout) تیار کرتے تھے (24)۔ پھر کندہ کار چار کول سے یا پتھر پر چھوٹے چھوٹے نقطوں کے نشان لگا کر

خاکہ تیار کرتا تھا۔ خطاطی کا مرحلہ طے ہونے پر ایک انتہائی ماہر سنگ تراش تختی کی سطح کو باریک باریک چھینوں سے اس طرح کھودتا تھا کہ لفظ ابھر جاتا تھا اور اس کے ارد گرد کی جگہیں خالی رہ جاتی تھیں۔ جس کام کا حکم دیا جاتا تھا، ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ ہی مکمل ہو پاتا تھا۔ یہاں ایسی جبری لوحات ملی ہیں کہ ان پر خطاط نے خاکے بنا رکھے ہیں۔ لیکن سنگ تراشی کا عمل مکمل نہ ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی غیر معمولی وجہ ہو گی (25)۔ ہو سکتا ہے بقیہ مکمل ہونے سے پہلے ہی حکومت کا تختہ الٹ گیا ہو۔ اکثر کتب پر اگرچہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی درج پائی جاتی ہیں، لیکن اس امر کی کوئی شہادت موجود نہیں کہ غیر مسلم سنگ تراشوں کو اس کام سے منع کیا گیا ہو۔



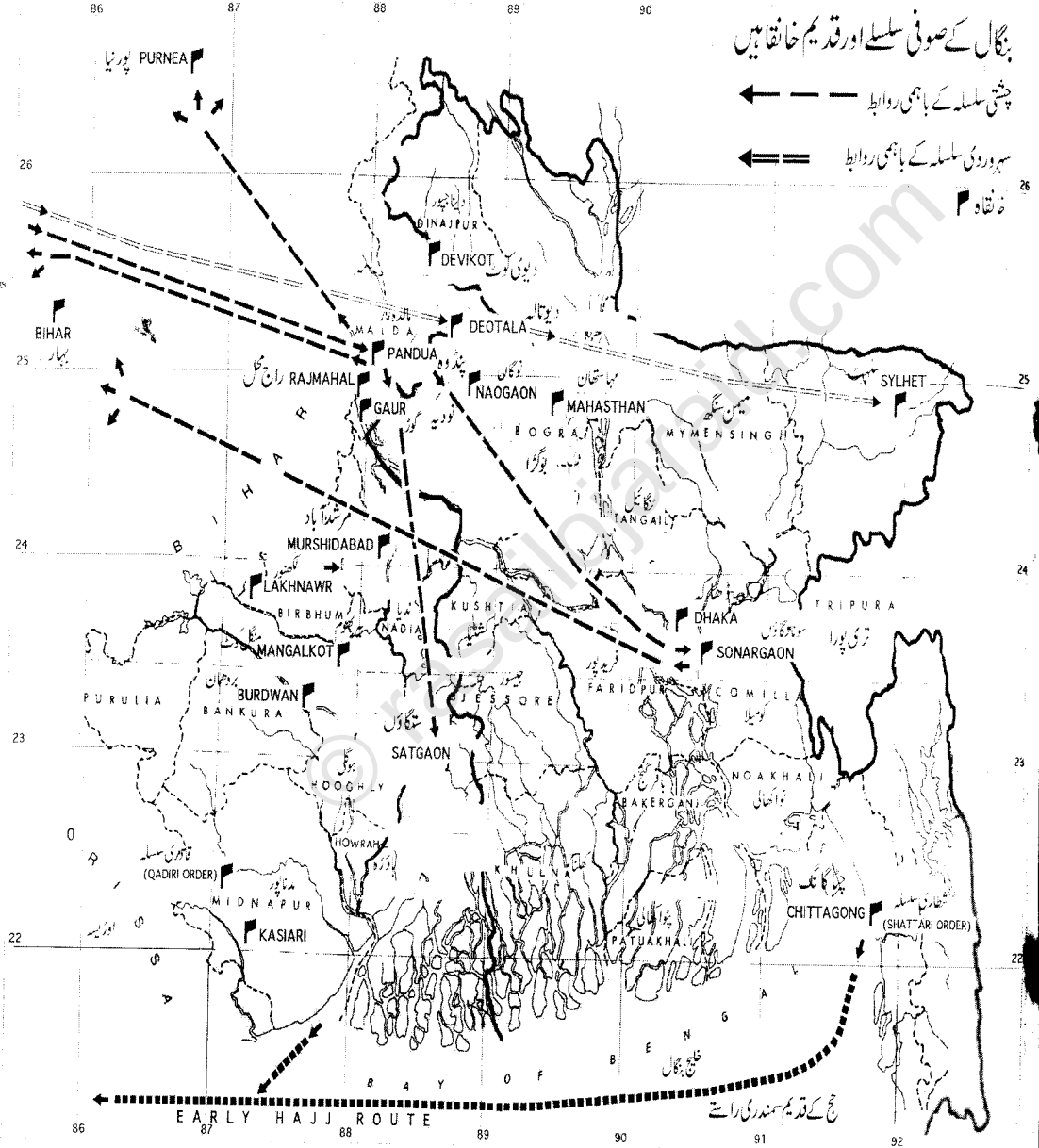
بنگالی کتبات کی گونا گونی:-

اسلامی دنیا کے کتبوں سے ہمیں ایک خاص وقت میں ایک خاص مقام کے سنگ تراشوں اور نقاشوں کی اہلیت و قابلیت کا اندازہ ہو سکتا ہے (26)۔ کتبوں کے لیے کس قسم کا پتھر کا استعمال ہوا، اس سے بھی اس عہد کے پتھروں کی تجارت کے بارے میں دلچسپ شواہد مل سکتے ہیں۔ بنگال کے بیشتر کتبات کے لیے سنگ سیاہ (Black basalt/ بسالٹ) استعمال کیا گیا۔ چونکہ بنگال کے وسطی علاقے میں سنگ سیاہ کی قلت تھی۔ اس لیے آس پاس کے علاقوں بالخصوص بہار کے علاقے راج محل سے منگوایا جاتا تھا۔ پتھر کیاب اور قیمتی ہونے کی صورت میں اسے ایک سے زیادہ مرتبہ استعمال کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پتھر کی ایسی تختیاں بھی دستیاب ہوئیں ہیں جن کی دونوں طرف کتبے لکھے ہوئے ہیں۔ جن کا تعلق مختلف ادوار سے ہے۔ اس کی ایک اچھی مثال سیان سے دستیاب ہونے والی پتھر کی وہ تختی ہے، جس کے ایک طرف عربی زبان میں لکھا ہوا کتبہ (618ھ/1221ء) ہے۔ اور اسی تختی کی دوسری طرف اس سے پچھلے زمانے کا سنسکرت میں لکھا ہوا کتبہ ہے جو بالکل محفوظ ہے (27)۔ کبھی کبھی پتھر کی تختیاں تباہ شدہ اور ویران عمارتوں سے برآمد کی گئیں اور ان کے اصل آرائشی حصوں کو زائل کئے بغیر انہیں دوبارہ کارآمد بنالیا گیا۔ بنگال کی بعض تختیوں میں ہندو دیومالا کی بھی شکلیں ہیں، جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہ تختیاں تباہ شدہ مندروں اور خستہ حال دھرم شالاؤں کے کھنڈروں سے حاصل کی گئی تھیں۔ اس میں کوئی بدینتی شامل نہیں تھی بلکہ اچھا اور مفید کام سمجھ کر یہ تختیاں حاصل کر کے محفوظ کی گئیں حتیٰ کہ مساجد کی تعمیر میں بسا اوقات کسی پرانی عمارت کا ملبہ استعمال کیا گیا (28)، جو بعض صورتوں میں عمارت کے پرانے مالکان سے باقاعدہ خرید لیا گیا تھا۔

اگرچہ کتبات یادگاری مقاصد کے لیے لکھوائے جاتے تھے، لیکن جگہ کی کمی کی وجہ سے زیادہ عبارت آرائی اور خطابت و فصاحت کی اس میں کوئی خاص گنجائش نہ رہتی تھی۔ لہذا کتبات کے پیغام میں واقعات کا پر تکلف بیان نہ ہوتا تھا۔ اس وجہ سے بھی کتبات کو دستاویز بندی کا ایک اہم، معتبر اور بنیادی ذریعہ خیال کیا جاتا ہے۔ جو کتبات عربی زبان میں ہیں وہ عربی کی قدیم خطاطی کے طرز و اسلوب معلوم کرنے میں خاصے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ بنگال کے کتبات کی عبارت پر خطاط کا نام بہت کم نظر آتا ہے۔ اس سے ماضی کے اسلامی معاشروں کی ثقافتی اقدار کا پتا چلتا ہے۔ جہاں فن پارے کی تخلیق، کسی ایک فرد کی بجائے جو اس کی بنیاد پر شہرت عامہ حاصل کرنا چاہے، پوری امت مسلمہ کے معاشرتی اظہار خیال کا وسیلہ سمجھا جاتا تھا۔

سنسکرت کتبوں سے بالعموم جنوبی ایشیا کے زمانہ قدیم کے اکثر غیر مسلم حکمران خاندانوں کے بارے میں بنیادی تاریخی معلومات فراہم ہو جاتی ہیں لیکن مسلمان حکمرانوں کے بارے میں یہ صورت حال نہیں ہے۔ اسلامی روایت یہ رہی ہے کہ تاریخی واقعات عموماً وقائع نگاری، روزناموں کی صورت میں کاغذ پر تحریراً محفوظ کر لیے جاتے تھے۔ لیکن تاریخ نویسی کا یہ طریقہ تمام خطوں میں اختیار نہیں کیا گیا۔ علاوہ ازیں آفات کی وجہ سے بعض خطوں میں دستاویزات کی حفاظت دشوار ہو گئی۔ یہ بات خاص طور پر مغل دور سے پہلے کے بنگال (1205-1538) پر صادق آتی ہے، یہاں یا تو وقائع نگاری کا رواج عام نہ تھا یا وہ دستاویزات تلف ہو گئیں۔

کتابت نے مسلم بنگال کی ابتدائی تاریخ کے بہت سے خلا پر کر دیے ہیں۔ کتابت نہ ہوتے تو بہت سے واقعات اندھیرے میں رہ جاتے۔ البتہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ فارسی یا عربی کتابت کے متن اتنے طویل نہیں ہیں جتنے کہ سنسکرت کے ہیں۔ فارسی و عربی کتابت کے نسبتاً بڑا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان زبانوں کی خطاطی کو سنسکرت کے مقابلے میں زیادہ جگہ چاہیے۔ بنگال کے پالا اور سینا خاندانوں کے سنسکرت کتبے کے متن اتنے طویل ہیں کہ ان میں حکمرانوں کا پورا شجرہ نسب سمویا ہوا ہے۔ ایک اور وجہ یہ ہے کہ پالا اور سینا حکمران پتھر کی تختیوں کے علاوہ تانبے اور کانسی کی تختیاں بھی استعمال کرتے تھے۔ جبکہ مسلمان زیادہ یادگار اثر آفرینی کے لیے صرف پتھر کی تختیاں استعمال کرتے تھے (29)۔ علاوہ ازیں سنسکرت کے حروف عربی و فارسی حروف کے مقابلے میں چھوٹے اور تنگ ہیں اور کتابت میں الفاظ کا بین السطور بھی کم ہوتا ہے۔ ایک اور اہم اور قابل ذکر بات یہ کہ سنسکرت کے ساتھ ساتھ بیک وقت دوزبانوں میں لکھے ہوئے کتبے پائے گئے ہیں، مثلاً عربی و فارسی، عربی و سنسکرت یا فارسی و سنسکرت۔ ان کا تعلق بنگال کے مسلم حکمران خاندانوں سے ہے (جس کی ایک مثال نیا باڑی کا کتبہ ہے، 1003ھ/1595ء) لیکن ایسے کتبے تعداد میں بہت کم ہیں۔



نقشہ پنجم - ازمنہ وسطی کے بنگال میں قدیم حج کے راستے ، خانقاہیں اور صوفی سلسلوں کا فروغ

خلاصہ کلام :-

اسلامی کتبات مؤرخین کے لیے انتہائی اہم اور ناگزیر ذریعہ معلومات ہیں۔ یہ اسلامی ثقافتی میراث کا امتیازی حصہ ہیں۔ مختلف خطوں اور علاقوں میں اسلام کی ابتدائی اشاعت کے بارے میں معلومات کی فراہمی کا

سرچشمہ ہیں۔ یہ کتبات تاریخ کے مختلف ادوار میں مذہبی و تمدنی عوامل پر تازہ روشنی کا قابل قدر ذریعہ ہیں۔ مثال کے طور پر سرزمین بنگال میں استحکام اسلام کی طویل اور پیچیدہ تاریخ کو سمجھنے میں اسلامی کتبات سے مدد ملتی ہے۔ جبکہ یہ خطہ باقی عالم اسلام سے جغرافیائی طور پر الگ تھلگ رہنے کے باوجود ایک مستحکم اسلامی تشخص رکھتا ہے۔ علم کتبہ شناسی سے ہمیں اپنے پرانے خیالات میں ترمیم کرنے کا موقع ملتا ہے۔ نئے نئے تازہ انکشافات سامنے آتے ہیں۔ جن سے اس علاقے کی تاریخ کو سمجھنے میں اضافہ ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ اسلامی کتبات ہر خطے میں اپنے فنی اظہار اور ادبی اسلوب کے اعتبار سے دوسرے خطوں سے قدرے مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن ان تمام کتبوں میں پیغامات کی نوعیت ایک ہی ہوتی ہے۔ متعدد جداگانہ اور منفرد و ممیز ثقافتی خصوصیات کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ پیغام ایک ہی ہے، کثرت میں وحدت کا پیغام، جو پوری تاریخ کے دوران میں اسلامی تہذیب کا طرہ امتیاز رہا ہے۔

ضمیمہ

(1205 – 1707) بنگال میں اسلامی کتبات کا گوشوارہ

A Table of the Islamic Inscriptions of Bengal (1205-1707)

کتبہ کا نام / جائے دریافت / جائے اصل	حاکم	سنہ	طرز عمارت
1 پُل، سلطان گنج، چپائی نواب گنج	علاء الدین علی مردان خلجی	1213-1210	پُل
2 خانقاہ سیان، بیر بھوم، مغربی بنگال	غیاث الدین عوض	1221	خانقاہ
3 مسجد مدرسہ، نوبادہ، راجشاہی	بلکا خان خلجی	1230-1229	مدرسہ
4 مذہبی عمارات، بڑی درگاہ، بہار	ابوالفتح طغرل	1242	خانقاہ
5 مذہبی عمارت، گنگارام پور، مالده	ملک جلال الدین مسعود جانی	1249	خانقاہ

6	خانقاہ، ستلمٹھ، نوگاں	ابوالفتح یزبک السلطانی	1254	خانقاہ
7	خانقاہ، بارہ دری، بہار	تاتار خان	1265	خانقاہ
8	قلعہ، مہیشوار، مونگھیر، بہار	رکن الدین کیکاؤس شاہ	1293	قلعہ
9	جامع مسجد، لکھی سرائے، مونگھیر، بہار	رکن الدین کیکاؤس شاہ	1297	جامع مسجد
10	مسجد، دیویکوٹ، دیناچپور	رکن الدین کیکاؤس شاہ	1297	مسجد
11	مذہبی عمارات، کاگل، بہار	رکن الدین کیکاؤس شاہ	1297	مذہبی عمارات
12	مدرسہ، ظفر خان مسجد، ترتیبنی، ہوگلی	رکن الدین کیکاؤس شاہ	1298	مدرسہ
13	خانقاہ، مہاستھانگڑہ، بوگڑا	رکن الدین کیکاؤس شاہ	1300	خانقاہ
14	خانقاہ، سلہٹ	حسین شاہ	1512	خانقاہ
15	محل حاتم خان، بہار شریف، بہار	شمس الدین فیروز شاہ	1307	مذہبی عمارات
16	مدرسہ دارالخیرات، ترتیبنی، ہوگلی	شمس الدین فیروز شاہ	1313	مدرسہ
17	مسجد، محل حاتم خان، بہار شریف، بہار	شمس الدین فیروز شاہ	1315	مسجد
18	ٹکسال، وزیر سیلڈنگ، چپائی نواب گنج	سلطان بہادر شاہ	1333- 1322	ٹکسال
19	مسجد شیخ علاؤ الحق، بانیہ پوکر، کلکتہ	سلطان الیاس شاہ	1342	مسجد
20	گنبد، عطاشاہ خانقاہ، دیوی کوٹ، دیناچپور	سلطان سکندر شاہ	1363	خانقاہ
21	مسجد، چمپانگر، بہار	سلطان سکندر شاہ	1367	مسجد

36	22	ادینہ مسجد، حضرت پنڈوہ، مغربی بنگال	سلطان سکندر شاہ	1374	جامع مسجد
37	23	ادینہ مسجد، مرکزی محراب کے اوپر	سلطان سکندر شاہ	غیر مؤرخہ	جامع مسجد
38	24	ادینہ مسجد کے بالائی تلے پر قبلہ کی دیوار میں واقع چوبیسواں محراب (جنوبی طرف سے)	سلطان سکندر شاہ	غیر مؤرخہ	جامع مسجد
39	25	ادینہ مسجد کے بالائی منزل میں تیسواں محراب	سلطان سکندر شاہ	غیر مؤرخہ	جامع مسجد
40	26	ادینہ مسجد کے بالائی منزل میں بائیسواں محراب	سلطان سکندر شاہ	غیر مؤرخہ	جامع مسجد
41	27	مسجد، ملا سماء، ہوگلی	سلطان سکندر شاہ	1375	مسجد
42	28	یادگاری کتبہ آسام	سلطان اعظم شاہ	1410-1390	غیر معلوم عمارات
43	29	پنڈوہ کی ایک نامعلوم سلطانی مسجد کا کتبہ	جلال الدین محمد شاہ	1432	مسجد
44	30	مسجد و مدرسہ، سلطان گنج، راجشاہی	جلال الدین محمد شاہ	1432	مدرسہ
45	31	مسجد، مندر، ڈھاکہ	جلال الدین محمد شاہ	1433	مسجد
46	32	یادگاری کتبہ، معظم پور، ڈھاکہ	شمس الدین احمد شاہ	1436-1432	غیر معلوم عمارات
47	33	گوڑ کی ایک نامعلوم مسجد کا یادگاری کتبہ جو شیب گنج میں غازی پیر کے مزار میں پایا گیا	شمس الدین احمد شاہ	1441	مسجد
48	34	چلہ خانہ، حضرت پنڈوہ، مالدہ	سلطان محمود شاہ	1443	مسجد
49	35	گوڑ کی ایک مذہبی عمارت کا یادگاری کتبہ	سلطان محمود شاہ	1443	غیر معلوم عمارات

36	مسجد، بالیا گھانا، جنگی پور، مرشد آباد	سلطان محمود شاہ	1443	مسجد
37	مسجد، بالیا گھانا، جنگی پور، مرشد آباد	سلطان محمود شاہ	1443	مسجد
38	مسجد، منداروگا، بھاگلپور، بہار	سلطان محمود شاہ	1446	مسجد
39	پل، کوہن کا باغ، بھاگلپور، بہار	سلطان محمود شاہ	1450	پل
40	جامع مسجد، ہاڑا، بیر بھوم	سلطان محمود شاہ	1450	جامع مسجد
41	جامع مسجد، گھاگرا، میمن سنگھ	سلطان محمود شاہ	1452	جامع مسجد
42	مدرسہ و مسجد، نہ گرام، پینہ	سلطان محمود شاہ	1454	مدرسہ و مسجد
43	مسجد، مغل ٹولی، مالہ	سلطان محمود شاہ	1455	مسجد
44	مسجد، ترتیبی، ہوگلی	سلطان بار بک شاہ	1455	مسجد
45	مسجد، سنگاؤں، ہوگلی	سلطان محمود شاہ	1456	مسجد
46	مسجد، نرایندیا، ڈھاکہ	سلطان محمود شاہ	1457	مسجد
47	کوٹوالی دروازہ کے قریب کاپل، گوڑ، مالہ	سلطان محمود شاہ	1457	پل
48	جامع مسجد کادر وازہ، نسواگلی، ڈھاکہ	سلطان محمود شاہ	1459	جامع مسجد
49	مقبرہ خان جہاں، باگیر ہاٹ	سلطان محمود شاہ	1459	خانقاہ
50	نور قطب العالم کا مقبرہ، پنڈوہ	سلطان محمود شاہ	1459	خانقاہ
51	گوڑ کی ایک مسجد	سلطان محمود شاہ	1459	مسجد
52	گوڑ کا ایک غیر مؤرخہ پل	سلطان محمود شاہ	1460-1437	پل
53	مسجد، ہاڑا، بالنگر، بیر بھوم	سلطان بار بک شاہ	1460	مسجد
54	مسجد، ماہی سنتوش، نوگاں	سلطان بار بک شاہ	1460	مسجد
55	مسجد، گوڑ	سلطان بار بک شاہ	1460	مسجد
56	مسجد چہل غازی، دینا چپور	سلطان بار بک شاہ	1460	مسجد

57	ایک نامعلوم مسجد، ماہی سنتوش	سلطان باربک شاہ	1463	مسجد
58	مسجد، ہنگھولا، سلہٹ	سلطان باربک شاہ	1463	مسجد
59	مسجد، دیوتا، دیناچپور	سلطان باربک شاہ	1464	جامع مسجد
60	مسجد، غیبی دیگھی، سلہٹ	سلطان باربک شاہ	1464	مسجد
61	مسجد، پیرل، ڈھاکہ	سلطان باربک شاہ	1465	مسجد
62	مسجد، فیروز پور، گوڑ	سلطان باربک شاہ	1465	مسجد
63	مسجد، گورائی، میمن سنگھ	سلطان باربک شاہ	1467	مسجد
64	گوڑ کے سلطانی قلعہ میں واقع میانہ در کا نیم دروازہ	سلطان باربک شاہ	1467	دروازہ
65	گوڑ کے سلطانی قلعہ میں واقع میانہ در کا چاند روازہ	سلطان باربک شاہ	1467	دروازہ
66	سالک مسجد، بشیر ہاٹ، چوبیس پرگنہ	سلطان باربک شاہ	1467	مسجد
67	باربک شاہ کے دور کی مسجد، بنگائیل	سلطان باربک شاہ	1467	مسجد
68	ایک نامعلوم سلطانی مسجد کا کتبہ جواب دیناچپور میوزیم میں محفوظ ہے	سلطان باربک شاہ	1470	مسجد
69	مسجد، بیانگ، بریال	سلطان باربک شاہ	1471	مسجد
70	مسجد، ماہی سنتوش، نوگاں	سلطان باربک شاہ	1472	مسجد
71	ایک نامعلوم سلطانی مسجد کا کتبہ جواب ہارو گرام نامی گاؤں کی مسجد میں محفوظ ہے	سلطان باربک شاہ	1473	مسجد
72	مسجد، ہاٹ ہزاری، چٹاگانگ	سلطان باربک شاہ	1473	مسجد
73	مسجد، کالنا، بردوان	سلطان باربک شاہ	1474	مسجد
74	ایک نامعلوم تاریخی عمارت، غازی پور، اتر پردیش	سلطان باربک شاہ	غیر مورخہ	غیر معلوم عمارات

75	مسجد، دیو تلاء، دیناچپور	سلطان باریک شاہ	غیر معلوم	مسجد
76	ایک نامعلوم سلطانی مسجد کا کتبہ، ہارو گرام گاؤں، مالہ	سلطان یوسف شاہ	1474	مسجد
77	فقیر کی مسجد، شتک موہن، مالہ	سلطان یوسف شاہ	غیر معلوم	مسجد
78	گوڑ کی ایک نامعلوم سلطانی مسجد کا کتبہ	سلطان یوسف شاہ	1474	مسجد
79	مسجد، سلطان گنج، راج شاہی	سلطان یوسف شاہ	1474	مسجد
80	مسجد، پرویا، مالہ	سلطان یوسف شاہ	1475	مسجد
81	مسجد، گائی گھر، سلہٹ	سلطان یوسف شاہ	1476	مسجد
82	مسجد، ہوگلی، پنڈوہ	سلطان یوسف شاہ	1477	مسجد
83	مسجد، گوڑ، مالہ	سلطان یوسف شاہ	1477	جامع مسجد
84	مسجد، ٹلا پاڑا، سلہٹ	سلطان یوسف شاہ	1479	مسجد
85	مسجد، حضرت پنڈوہ، مغربی بنگال	سلطان یوسف شاہ	1479	مسجد
86	سلہٹ میں شاہ جلال کے مزار میں موجود ایک نامعلوم مسجد کا کتبہ	سلطان یوسف شاہ	1479	جامع مسجد
87	درس باڑی مسجد اور مدرسہ، عمر پور، گوڑ	سلطان یوسف شاہ	1479	مسجد / مدرسہ
88	سونامسجد، پنڈوہ، مالہ	سلطان یوسف شاہ	1480	مسجد
89	تانی پٹاڑہ مسجد، گوڑ	سلطان یوسف شاہ	1481	مسجد
90	خانقاہ، میر پور، ڈھاکہ	سلطان یوسف شاہ	1480	خانقاہ / مسجد
91	فقیر کی مسجد، ہاٹ ہزاری، چٹاگانگ	سلطان یوسف شاہ	1481- 1474	مسجد
92	گوڑ کے نزدیک بوالہوتی کے مزار میں پائی گئی مسجد کا کتبہ	سلطان یوسف شاہ	تاریخ والا حصہ ٹوٹا ہوا ہے	جامع مسجد
93	مسجد، بندر، ڈھاکہ	سلطان فتح شاہ	1481	مسجد

94	مسجد، پٹھان ٹولہ، ڈھاکہ	سلطان فتح شاہ	1482	مسجد
95	خانقاہ، گوڑ، مالدہ	سلطان فتح شاہ	1482	خانقاہ
96	آدم شہید مسجد، رامپال، ڈھاکہ	سلطان فتح شاہ	1483	جامع مسجد
97	مسجد و مدرسہ، سونار گاؤں، ڈھاکہ	سلطان فتح شاہ	1483	مدرسہ / مسجد
98	گنمنت مسجد، گوڑ، مالدہ	سلطان فتح شاہ	1484	مسجد
99	مسجد، گوڑ، مالدہ	سلطان فتح شاہ / فیروز شاہ	1484	مسجد
100	مسجد، پیرول، دیناچپور	سلطان فتح شاہ	1484	مسجد
101	چلا مسجد، گوڑ، مالدہ	سلطان فتح شاہ	1486	مسجد
102	مسجد، مہدی پور، گوڑ، مالدہ	سلطان فتح شاہ	1486	مسجد
103	مسجد، روہنپور، ضلع چپائی نواب گنج	سلطان فتح شاہ	1487	مسجد
104	مسجد، سنگاؤں، ہوگلی	سلطان فتح شاہ	1487	مسجد
105	گوڑ میں ایک مسجد کا وقف کا کتبہ	سلطان سیف الدین فیروز شاہ	1487	مسجد
106	مسجد، گاؤں چپائی مہیش پور، ضلع چپائی نواب گنج	سلطان سیف الدین فیروز شاہ	1487	مسجد
107	گڑھ جریپا میں ایک دروازے کا کتبہ، بردھمان	سلطان سیف الدین فیروز شاہ	1487	دروازہ
108	عقالیہ مسجد، عقالیہ گاؤں، سلہٹ	سلطان سیف الدین فیروز شاہ	1489	مسجد
109	گواہاتی، گوڑ، مالدہ	سلطان سیف الدین فیروز شاہ	غیر معلوم	مسجد
110	مسجد، کالنا، ضلع بردھمان	سلطان سیف الدین فیروز شاہ	1489	مسجد

111	فیروز مینار، گوالاتی، گوڑ	سلطان سیف الدین فیروز شاہ	غیر مؤرخہ	مینار فتح
112	مسجد، چوناکھالی، مرشد آباد	سلطان سیف الدین فیروز شاہ	1490	مسجد
113	مسجد، دیوی کوٹ، دیناچپور	شمس الدین مظفر شاہ	1490	مسجد
114	مسجد، چپانگر، بہار	شمس الدین مظفر شاہ	1491	مسجد
115	گوڑ میں ایک سلطانی مسجد کا یادگاری کتبہ	شمس الدین مظفر شاہ	1491	مسجد
116	مسجد، کالنا، بردھمان	شمس الدین مظفر شاہ	1492-1491	مسجد
117	جامع مسجد، چپائی نواب گنج، گوڑ	شمس الدین مظفر شاہ	1492	جامع مسجد
118	چلہ خانہ، حضرت پنڈوہ، مالده	شمس الدین مظفر شاہ	1493	خانقاہ
119	موگر اپاراجامع مسجد کاشالی محراب، یوسف گنج گاؤں، سونار گاؤں	علاؤ الدین حسین شاہ	1493	مسجد
120	مسجد، دیپارا، ہوگلی	علاؤ الدین حسین شاہ	1494	مسجد
121	مسجد، چالیسیپڑا، مالده	علاؤ الدین حسین شاہ	1 4 9 4	مسجد
122	دروازہ، گوڑ، مالده	علاؤ الدین حسین شاہ	1495	درازہ
123	پھوٹی مسجد، پرانا مالده، مغربی بنگال	علاؤ الدین حسین شاہ	1495	مسجد
124	گوڑ کا ایک نامعلوم مسجد کا کتبہ جو کہ اب مہدنی پور گاؤں کی مینار والی مسجد میں نصب شدہ ہے	علاؤ الدین حسین شاہ	1495	مسجد
125	مسجد، خیرول، مرشد آباد	علاؤ الدین حسین شاہ	1495	مسجد

مسجد	1495	علاؤالدین حسین شاہ	مسجد، خیرول، مرشد آباد	126
مذہبی عمارات	1496	علاؤالدین حسین شاہ	سواتا، بنیادی پتھر، بروہمان	127
مذہبی عمارات	1496	علاؤالدین حسین شاہ	ایک مذہبی ادارہ، سواتا، بروہمان	128
مقبرہ یا خانقاہ کا ایک گنبد	1497	علاؤالدین حسین شاہ	شاہ نفع درگاہ کا گنبد، بہار	129
مسجد	1498	علاؤالدین حسین شاہ	بارو گھوڑیا کی ایک مسجد، چپائی نواب گنج	130
مسجد	1498	علاؤالدین حسین شاہ	مسجد، کوسمبا، نوگاں	131
مسجد	1499	علاؤالدین حسین شاہ	مسجد، مارگرام، مرشد آباد	132
دروازہ	1499	علاؤالدین حسین شاہ	ایک تاریخی دروازہ، ماندران، ہوگلی	133
مسجد	1500	علاؤالدین حسین شاہ	مسجد، محلہاڑی کے کھنڈرات، مہیش پور گاؤں، ضلع دیناچپور	134
مسجد	1500	علاؤالدین حسین شاہ	بابر گرام مسجد، مرشد آباد	135
جامع مسجد	1500	علاؤالدین حسین شاہ	جامع مسجد، گوڑ، مالده	136
مسجد	1501	علاؤالدین حسین شاہ	مسجد، اسماعیل پور گاؤں، ضلع اعظم گڑھ	137
مسجد کا ایک دروازہ	1501	علاؤالدین حسین شاہ	ایک غیر معلوم حسین شاہی مسجد کا دروازہ	138
جامع مسجد	1501	علاؤالدین حسین شاہ	جامع مسجد، مچین، ضلع مانگ گنج	139
مسجد	1502	علاؤالدین حسین شاہ	مسجد، بھاگلپور، بہار	140
مدرسہ	1502	علاؤالدین حسین شاہ	بیلہاڑی مدرسہ، فیروز پور، گوڑ	141
مسجد	1502	علاؤالدین حسین شاہ	مسجد، دھاموریا، کھلنا	142
جامع مسجد	1503	علاؤالدین حسین شاہ	جامع مسجد، بونہارا، بہار	143

144	مسجد، سواتا، بردھمان	علاؤالدین حسین شاہ	1503	مسجد اور اس کا دروازہ
145	ایک تاریخی دروازہ، مقبرہ قدم رسول، گوڑ، مالدہ	علاؤالدین حسین شاہ	1503	خانقاہ کا ایک دروازہ
146	مدرسہ، فیروز پور، گوڑ، مالدہ	علاؤالدین حسین شاہ	1503	مدرسہ
147	جامع مسجد، سوئی، مرشد آباد	علاؤالدین حسین شاہ	1503	جامع مسجد
148	جامع مسجد، چیراند، بہار	علاؤالدین حسین شاہ	1503	جامع مسجد
149	مسجد، انڈین میوزیم، کلکتہ	علاؤالدین حسین شاہ	1503	مسجد
150	جامع مسجد، نارہن، بہار	علاؤالدین حسین شاہ	1503	جامع مسجد
151	مسجد، اعظم نگر، ڈھاکہ	علاؤالدین حسین شاہ	1504	مسجد
152	مسجد، گوڑ، مالدہ	علاؤالدین حسین شاہ	1504	مسجد
153	کوسمبا مسجد، مانداتھانہ، ضلع نوگاں	علاؤالدین حسین شاہ	1504	مسجد
154	مسجد، چپا تلی، دیناچپور	علاؤالدین حسین شاہ	1504	مسجد
155	فوارہ، گوڑ، مالدہ	علاؤالدین حسین شاہ	1504	فوارہ
156	دروازہ، گوامالتی، گوڑ	علاؤالدین حسین شاہ	1505	دروازہ
157	دروازہ، خانقاہ، گوڑ، مالدہ	علاؤالدین حسین شاہ	1505	خانقاہ کا ایک دروازہ
158	دروازہ، گیلیا باڑی، گوڑ	علاؤالدین حسین شاہ	1505	دروازہ
159	فوارہ، گوڑ، مالدہ	علاؤالدین حسین شاہ	1505	فوارہ
160	جامع مسجد، مغل ٹلی، گوڑ، مالدہ	علاؤالدین حسین شاہ	1505	جامع مسجد
161	خانقاہ دارالاحسان، سلہٹ	علاؤالدین حسین شاہ	1505	خانقاہ
162	دروازہ جامع مسجد، جھلی، مرشد آباد	علاؤالدین حسین شاہ	1505	جامع مسجد کا ایک دروازہ

163	باباصالح مسجد، بندر، ڈھاکہ	علاؤالدین حسین شاہ	1505	مسجد
164	تدفینی لوح، مقبرہ حاجی باباصالح، سونار گاؤں، ڈھاکہ	علاؤالدین حسین شاہ	1506	لوح قبر
165	مالدہ کی ایک نئی مسجد میں نصب شدہ ایک پرانا تاریخی کتبہ	علاؤالدین حسین شاہ	1506	مسجد
166	مسجد، چھوٹا جمبور یا گاؤں، چپائی نواب گنج	علاؤالدین حسین شاہ	1506	مسجد
167	جامع مسجد، اولیپور، رنگپور	علاؤالدین حسین شاہ	1506	جامع مسجد
168	مسجد، ماہی سنتوش، دیناچپور	علاؤالدین حسین شاہ	1507	مسجد
169	پل پر نصب شدہ تاریخی کتبہ، تربیتی، ہوگلی	علاؤالدین حسین شاہ	1507	پل
170	ظفر خان مسجد، تربیتی، ہوگلی	علاؤالدین حسین شاہ	1507	جامع مسجد
171	تدفینی لوح، مقبرہ، بابا آدم کاشمیری، عطیہ، دیگائیل	علاؤالدین حسین شاہ	1507	لوح قبر
172	مسجد، مالدہ، گوڑ	علاؤالدین حسین شاہ	1507	مسجد
173	جامع مسجد، مالدہ	علاؤالدین حسین شاہ	1508	جامع مسجد
174	مسجد، پنڈوہ، مالدہ	علاؤالدین حسین شاہ	1509	مسجد
175	مسجد، ہانگیرم گاؤں، مرشد آباد	علاؤالدین حسین شاہ	1510	مسجد
176	مدرسہ و مسجد، کیٹاہار، بوگرڈا	علاؤالدین حسین شاہ	1510	مدرسہ و مسجد
177	انجی سراج الدین خانقاہ کا ایک دروازہ کا کتبہ، سعد اللہ پور، گوڑ	علاؤالدین حسین شاہ	1510	خانقاہ کا ایک دروازہ
178	انجی سراج الدین خانقاہ کا دوسرے دروازہ کا کتبہ، سعد اللہ پور، گوڑ	علاؤالدین حسین شاہ	1510	خانقاہ کا ایک دروازہ

179	انہی سراج الدین خانقاہ کا تیسرے دروازہ کا کتبہ، سعد اللہ پور، گوڑ	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	خانقاہ کا ایک دروازہ
180	ایک تاریخی فوارہ، نوتن ہاٹ، بردھمان	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	فوارہ
181	دوسرا تاریخی فوارہ، نوتن ہاٹ، بردھمان	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	فوارہ
182	تیسرا تاریخی فوارہ، بارہ بازار، بردھمان	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	فوارہ
183	چوتھا تاریخی فوارہ، سکول پور، بردھمان، مغربی بنگال	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	فوارہ
184	بیگوحاجی جامع مسجد، پٹنہ، بہار	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	جامع مسجد
185	جامع مسجد، بڑھ، بہار	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	جامع مسجد
186	فوارہ، مہاستھان، نوگاں	علاؤ الدین حسین شاہ	1511	فوارہ
187	جامع مسجد، مجاہد پور، بہار	علاؤ الدین حسین شاہ	1511	جامع مسجد
188	مسجد، کالنا، بردھمان، مغربی بنگال	علاؤ الدین حسین شاہ	1512	مسجد
189	مسجد، مولانا ٹولی، مالده	علاؤ الدین حسین شاہ	1512	مسجد
190	گوتمی دروازہ، فیروز پور، گوڑ	علاؤ الدین حسین شاہ	1512	قلعہ کا ایک دروازہ
191	بینار کا کتبہ، دیوی کوٹ، دیناچپور	علاؤ الدین حسین شاہ	1512	مسجد کا ایک مینار
192	شاہ جلال کامزار، سلہٹ	علاؤ الدین حسین شاہ	1512	ایک غیر معلوم عمارت
193	شاہ جلال کامزار، سلہٹ	علاؤ الدین حسین شاہ	1512	ایک غیر معلوم عمارت
194	تدفینی لوحہ، شاہ جلال کامزار، سلہٹ	علاؤ الدین حسین شاہ	1512	لوح قبر
195	مسجد، داؤد نگر، سلہٹ	علاؤ الدین حسین شاہ	1513	مسجد
196	فوارہ، شیخیر دیگھی، مرشد آباد	علاؤ الدین حسین شاہ	1515	فوارہ

197	پوشتار پور محلہ کا مسجد، پٹھان ٹولہ، چٹاگانگ	علاؤ الدین حسین شاہ	1515	مسجد
198	ایک تاریخی عمارت کا یادگاری کتبہ، بالیگھٹا، مرشدآباد	علاؤ الدین حسین شاہ	1515	ایک غیر معلوم عمارت
199	فوارہ، بادشاہی روڈ، سوری، بیربھوم	علاؤ الدین حسین شاہ	1516	فوارہ
200	جامع مسجد، پٹھان ٹولہ، دھامرائی بازار، ڈھاکہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1516	جامع مسجد
201	مسجد، گاؤں گوپیناتھ پور، چپائی نواب گنج	علاؤ الدین حسین شاہ	1517	مسجد
202	مسجد دولت نذیر، بھولاہٹ، مالده	علاؤ الدین حسین شاہ	1517	مسجد
203	مسجد، بارو بازار، جیسور	علاؤ الدین حسین شاہ	1519	مسجد
204	مسجد، سونار گاؤں، ڈھاکہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1519	مسجد
205	مسجد، گوڑ، مالده	علاؤ الدین حسین شاہ	1519	مسجد
206	ایک تاریخی مسجد کا کتبہ، جواب مینار والی مسجد، مہدی پور میں نصب شدہ ہے	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر معلوم	مسجد
207	مرار بندھ قبرستان کی مسجد، ہبی گنج	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر معلوم	جامع مسجد
208	اوپھیل مسجد، ہبی گنج	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر معلوم	مسجد
209	چھوٹا سونا مسجد کا کتبہ، (اب انڈین میوزیم میں محفوظ ہے)	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر مؤرخہ	جامع مسجد
210	چھوٹا سونا مسجد، فیروز پور، چپائی نواب گنج	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر مؤرخہ	جامع مسجد
211	مسجد، سعد پور، گوڑ	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر معلوم	مسجد
212	گوڑ کی ایک تاریخی مسجد کا کتبہ (جو اب انڈین میوزیم میں محفوظ ہے)	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر معلوم	مسجد
213	ایک نامعلوم تاریخی عمارت کا کتبہ، رایکھا، بردوان	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر معلوم	مذہبی عمارات

214	مسجد، شیخ پورہ محلہ، اعظم گڑھ	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر مؤرخہ	مسجد
215	غیر معلوم تاریخی مسجد کا کتبہ، کاشادوار، رنگ پور	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر معلوم	مسجد
216	مسجد، سری نگر، ندیا	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر معلوم	مسجد
217	ایک نامعلوم عمارت کے کتبہ کا ایک ٹکڑا، بنگلہ دیش نیشنل میوزیم، ڈھاکہ	علاؤ الدین حسین شاہ	تاریخ کا حصہ ٹوٹا ہوا ہے	غیر معلوم عمارت
218	مسجد، مہدی پور، گوڑ	علاؤ الدین حسین شاہ	تاریخ کا حصہ ٹوٹا ہوا ہے	مسجد
219	مسجد، گاؤں گوپینا تھ پور، چپائی نواب گنج	سلطان نصرت شاہ	1517- 1516	مسجد
220	داخلی دروازہ، گوڑ، مالدہ	سلطان نصرت شاہ	1520- 1519	دروازہ
221	بیت السقایہ نامی فوارہ اور ایک مسجد کا کتبہ، سعد پور، ڈھاکہ	سلطان نصرت شاہ	1522	فوارہ / مسجد
222	ایک نامعلوم مسجد، گوڑ، مالدہ	سلطان نصرت شاہ	1524- 1523	مسجد
223	گار پار میں ایک نامعلوم مسجد کا یادگاری کتبہ، ضلع مانگ گنج	سلطان نصرت شاہ	1524	مسجد
224	ایک مسجد کے کنواں کا کتبہ، بانڈیل، ہوگلی	سلطان نصرت شاہ	1524	فوارہ / مسجد کا ایک کنواں
225	مولانا ٹولی مسجد کے دروازہ کا کتبہ، پرانا مالدہ	سلطان نصرت شاہ	1524	مسجد کا ایک دروازہ
226	جامع مسجد، منگل کوٹ، بردوان	سلطان نصرت شاہ	1524	جامع مسجد

جامع مسجد	1524	سلطان نصرت شاہ	جامع مسجد، باگھا، راجشاہی	227
جامع مسجد کا ایک دروازہ	1524	سلطان نصرت شاہ	گوڑ میں ایک جامع مسجد کے دروازہ کا کتبہ	228
خانقاہ کا ایک دروازہ	1525	سلطان نصرت شاہ	مقبرہ افی سراج الدین کادر وازہ، گوڑ	229
مسجد	1526	سلطان نصرت شاہ	مسجد، نہ گرام، پبنہ	230
جامع مسجد	1527- 1526	سلطان نصرت شاہ	بڑا سونا (جامع) مسجد، گوڑ، مالہ	231
مسجد	1527	سلطان نصرت شاہ	مسجد، سکندر پور، اعظم گرھ	232
جامع مسجد	1527	سلطان نصرت شاہ	جامع مسجد، گوڑ، مالہ	233
جامع مسجد	1528	سلطان نصرت شاہ	مسجد، دیوتلا، جنوبی دینا چپور	234
مسجد	1528	سلطان نصرت شاہ	مسجد، بڑا مٹیا باڑی، پبنہ	235
جامع مسجد کا ایک دروازہ	1529- 1528	سلطان نصرت شاہ	پرانا مالہ میں جامع مسجد کا ایک دروازہ	236
جامع مسجد	1530	سلطان نصرت شاہ	جامع مسجد کے لیے وقف کا کتبہ، سنگاؤں، ہوگلی	237
جامع مسجد	1530	سلطان نصرت شاہ	جامع مسجد، سنگاؤں، ہوگلی	238
مسجد	1530	سلطان نصرت شاہ	مسجد، اشرف پور، نرسنگدی، ڈھاکہ	239
دروازہ	1530	سلطان نصرت شاہ	صدر دروازہ، پرانا مرشد آباد شہر	240
خانقاہ	1531- 1530	سلطان نصرت شاہ	مزار قدم رسول، گوڑ	241
جامع مسجد کا ایک دروازہ	1531- 1530	سلطان نصرت شاہ	جامع مسجد کادر وازہ، سنتوش پور، ہوگلی	242

جامع مسجد	1531- 1530	سلطان نصرت شاہ	جامع مسجد، سنتوش پور، ہوگلی	243
نوارہ	1532- 1531	سلطان نصرت شاہ	نوارہ، چالیس پاڑا، گوڑ	244
مسجد	1533- 1532	سلطان نصرت شاہ	مرشد آباد میں ایک نامعلوم مسجد کا کتبہ	245
جامع مسجد	1532- 1519	سلطان نصرت شاہ	جامع مسجد، میٹھیانی، بہار	246
جامع مسجد	تاریخ والا حصہ ٹوٹا ہوا ہے	سلطان نصرت شاہ	جامع مسجد، پنڈوہ، مالہ	247
جامع مسجد	1533	علاؤ الدین فیروز شاہ	شاہی جامع مسجد (پہلی)، کالنا، بردوان	248
جامع مسجد	1533	علاؤ الدین فیروز شاہ	شاہی جامع مسجد (دوسری)، کالنا، بردوان	249
مسجد	1534	سلطان محمود شاہ	مسجد، جوہار، کشور گنج، ڈھاکہ	250
جامع مسجد	1535- 1534	سلطان محمود شاہ	جہانیاں جامع مسجد، سعد اللہ پور، گوڑ	251
مسجد	1535- 1534	سلطان محمود شاہ	ایک نامعلوم مسجد کا یادگاری کتبہ	252
قلعہ	1536	سلطان محمود شاہ	قلعہ، شاہ پور، گوڑ، مالہ	253
خانقاہ	1537	سلطان محمود شاہ	خانقاہ، پورنیا، بہار	254
مسجد	1537	سلطان محمود شاہ	مسجد، بھلی، میدنی پور	255
مسجد	1537	سلطان محمود شاہ	مسجد، سعد اللہ پور، گوڑ	256
مسجد	تاریخ والا حصہ ٹوٹا ہوا ہے	سلطان محمود شاہ	مسجد حماد، کومیرا، چٹاگانگ	257

17	258	ایک نامعلوم مسجد کا کتبہ	سلطان محمود شاہ	تاریخ والا حصہ ٹوٹا ہوا ہے	مسجد
18	259	تدفینی لوحہ، راجمحل، بہار	سلطان بہادر شاہ	1557	لوح قبر
	260	کوسمبا مسجد، مندا پولیس سٹیشن، نوگاں	سلطان بہادر شاہ	1558	مسجد
9	261	مسجد، مکارپور، راجشاہی	سلطان بہادر شاہ	1558	مسجد
	262	جامع مسجد، کالنا، بردھمان	سلطان بہادر شاہ	1560	جامع مسجد
0	263	ایک نامعلوم مسجد، غالباکوڑ، مالده	سلطان بہادر شاہ	1560	مسجد
1	264	مسجد، شیرپور، بوگرٹا	سلطان جلال شاہ	1563- 1560	مسجد
2	265	مزار پیر بہرام سقا، بردھمان (پہلا)	سلطان جلال شاہ	1562	خانقاہ
3	266	مزار پیر بہرام سقا، بردھمان (دوسرا)	سلطان جلال شاہ	1562	خانقاہ
4	267	مسجد، فیروزپور، گوڑ	سلطان جلال شاہ	1563	مسجد
	268	مسجد، علشا، چٹاگانگ	سلیمان کرانی	1568	مسجد
	269	زاویہ (خانقاہ) اور مسجد، سونار گاؤں، ڈھاکہ	سلیمان کرانی	1569	خانقاہ اور مسجد
5	270	مزار و خانقاہ، بہار شریف، بہار	سلیمان کرانی	1569	خانقاہ
	271	مسجد، دیوتلا، دیناچپور	سلیمان کرانی	1571	مسجد
5	272	خانقاہ (علاء الحق کا مقبرہ)، حضرت پنڈوہ	سلیمان کرانی	1572	خانقاہ
7	273	مسجد، چائموہر، پبنہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	1581	مسجد
	274	مسجد اور خانقاہ (پہلا)، شیرپور مورچہ، بوگرٹا	جلال الدین اکبر بادشاہ	1582	مسجد
	275	مسجد اور خانقاہ (دوسرا)، شیرپور مورچہ، بوگرٹا	جلال الدین اکبر بادشاہ	1582	مسجد
	276	مسجد، ڈھاکہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	1582	مسجد

277	قطب شاہی مسجد، (اول)، حضرت پنڈوہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	1585- 1582	مسجد
278	قطب شاہی مسجد، (دوم)، حضرت پنڈوہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	1585- 1582	مسجد
279	قطب شاہی مسجد، (سوم)، حضرت پنڈوہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	1585- 1582	مسجد
280	ایک مذہبی عمارت کے لئے وقف کا کتبہ، سہیت	جلال الدین اکبر بادشاہ	1588	نامعلوم عمارت
281	خانقاہ، پنڈوہ، مالہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	1591	خانقاہ
282	مسجد، بوڑا چر، کومیلا	جلال الدین اکبر بادشاہ	1591	مسجد
283	جامع مسجد، دوہار، مانک گنج	جلال الدین اکبر بادشاہ	1591	مسجد
284	دو مساجد کی مدد معاش کے لئے وقف کا کتبہ، نیا باڑی، مانک گنج	جلال الدین اکبر بادشاہ	1595	ایک جامع مسجد اور ایک مسجد روزانہ (پانچ وقت کے نمازوں کے لیے
285	جامع مسجد، پرانا مالہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	1596- 1595	مسجد
286	مسجد گردا، فرید پور	جلال الدین اکبر بادشاہ	1604	مسجد
287	خانقاہ کے مدد معاش کے لئے وقف کا کتبہ، بردھمان	جلال الدین اکبر بادشاہ	1606	خانقاہ
288	تدفینی لوحہ، حضرت پنڈوہ، مالہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	1608	لوح قبر
289	یادگاری کتبہ، خانقاہ، میدنی پور	جلال الدین اکبر بادشاہ	1610	خانقاہ

14	290	مسجد، کروٹیا، ٹنگائیل	جلال الدین اکبر بادشاہ	1610	مسجد
	291	خانقاہ، حضرت پنڈوہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	1612	خانقاہ
	292	حمام خانہ، کیساری، میدنی پور	جلال الدین اکبر بادشاہ	1622	خانقاہ
	293	مسجد، کوروٹیا، ٹنگائیل	جلال الدین اکبر بادشاہ	1623	مسجد
5	294	مسجد، شیر پور، بیر بھوم	شاہ جہاں بادشاہ	1628	مسجد
	295	مسجد، شیر پور، بوگرٹا	شاہ جہاں بادشاہ	1632	مسجد
	296	نوارہ کاکتبہ، میدنی پور	شاہ جہاں بادشاہ	1634- 1633	نوارہ
6	297	درگاہ شاہ مخدوم، راجشانی	شاہ جہاں بادشاہ	1634	خانقاہ
7	298	درگاہ شاہ غلام قادری، بالیا گھانا، مرشد آباد	شاہ جہاں بادشاہ	1637- 1636	خانقاہ
8	299	عید گاہ، دھان منڈی، ڈھاکہ	شاہ جہاں بادشاہ	1640	نماز عید کا میدان
9	300	سرائے خانہ و مسافر خانہ، بڑا کٹرا، ڈھاکہ	شاہ جہاں بادشاہ	1642	کاروانسرایے/ مسافر خانہ
0	301	حسینیہ (امام باڑہ)، حسینی دالان، ڈھاکہ	شاہ جہاں بادشاہ	1642	حسینیہ / امام باڑہ (شیعہ) مزار / درگاہ
1	302	مسجد، پائی کوڑا، مرشد آباد	شاہ جہاں بادشاہ	1642	مسجد
2	303	مسجد، ڈی سی رائے روڈ، ڈھاکہ	شاہ جہاں بادشاہ	1642	مسجد

304	وقف کا کتبہ، بڑا کٹرا، ڈھاکہ	شاہ جہاں بادشاہ	1645	سرائے خانہ، مسافر خانہ اور دکانوں کے لئے وقف شدہ عمارت
305	شیعی تقریبات کی عمارت، بڑا کٹرا، ڈھاکہ	شاہ جہاں بادشاہ	غیر مؤرخہ	شیعہ جماعت کی تقریبات کی عمارت
306	مسجد، گوڑ، مالہ	شاہ جہاں بادشاہ	1645	مسجد
307	مسجد، چوڑی ہٹ، ڈھاکہ	شاہ جہاں بادشاہ	1650	مسجد
308	مسجد، اگارسندور گاؤں، مین سنگھ	شاہ جہاں بادشاہ	1652	مسجد
309	کتبہ مسجد، پانچ پیر کامزار، سلہٹ	شاہ جہاں بادشاہ	1653	مسجد
310	خانقاہ اور درگاہ، شاہ جلال، سلہٹ	شاہ جہاں بادشاہ	1657- 1628	خانقاہ
311	مسجد، منگل کوٹ، بردھمان	شاہ جہاں بادشاہ	1655- 1654	مسجد
312	مسجد، نرائن گڑھ، بردھمان	شاہ جہاں بادشاہ	1655- 1654	مسجد
313	مسجد، حاجو، آسام	شاہ جہاں بادشاہ	1657	مسجد
314	ایک کنواں کا کتبہ، کیسرائے، میدناپور	شاہ جہاں بادشاہ	1657- 1628	فوارہ/کنواں
315	مسجد، سوگاؤں، بیربھوم	اورنگ زیب عالمگیر	1654- 1653	مسجد
316	مسجد، قصبہ امارسی، میدناپور	اورنگ زیب عالمگیر	1659	مسجد

317	قدم رسول مسجد اور خانقاہ، گوڑ	اورنگ زیب عالمگیر	1660	خانقاہ اور مزار
318	کتبہ مسجد، مزار شاہ جلال، سلہٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1663	مسجد اور خانقاہ کی عمارت
319	کتبہ اربعین خانہ، حضرت پنڈوہ	اورنگ زیب عالمگیر	1664	خانقاہ
320	شاہی جامع مسجد، اندر قلعہ، چٹاگانگ	اورنگ زیب عالمگیر	1667	جامع مسجد
321	مسجد، زائن گڑھ، میدانی پور	اورنگ زیب عالمگیر	1669- 1668	مسجد
322	مسجد لال باغ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1671	مسجد
323	شاہ جلال الدین تبریزی کا بھنڈار خانہ (سنور روم) حضرت پنڈوہ، مالہ	اورنگ زیب عالمگیر	1673	خانقاہ کا بھنڈار خانہ (سنور روم)
324	پل، سلہٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1674	پل
325	شائستہ خان مسجد، چوک بازار، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1675	مسجد
326	مسجد، درگا پور، جے پور ہاٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1675	مسجد
327	مسجد حاجی خواجہ شہباز، سہروردی گارڈن (باغ پادشاهی) ہائی کورٹ بلڈنگ کے قریب، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1675	مسجد
328	مسجد، عنبر شاہ، کاروان بازار، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1677	مسجد
329	مسجد، عنبر شاہ، کاروان بازار، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	غیر مؤرخہ	مسجد
330	کتبہ مسجد، مزار شاہ جلال، سلہٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1677	مسجد
331	مسجد، منشی باڑی، بڈانگر، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1681	مسجد
332	فرہاد خان کی قبر کا تہ فینی لوحہ، مزار شاہ جلال، سلہٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1682	لوح قبر

333	تنور خانہ (باورچی خانہ)، درگاہ شاہ جلال الدین تبریزی، پنڈوہ، مالہ	اورنگ زیب عالمگیر	1682	ایک خانقاہ کا تندور خانہ
334	مسجد، باغ حمزہ، چٹاگانگ	اورنگ زیب عالمگیر	1682	مسجد
335	مسجد عنبر خانہ، سلہٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1683	مسجد
336	مسجد لال باغ قلعہ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1684	مسجد
337	مسجد نواب کاٹرا، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1684	مسجد
338	مسجد نکشال روڈ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1686	مسجد
339	مسجد کورٹ ہاؤس سٹریٹ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1687	مسجد
340	مسجد لال باغ روڈ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1887	مسجد
341	وقف کاکتہ، نواب شائستہ خان مسجد، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	تاریخ والا حصہ ٹوٹا ہوا ہے	مسجد
342	نال گلا مسجد، نواب پور روڈ کے آخر میں رتھ کھولا کے قریب، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1689	مسجد
343	مسجد، قصبہ شاہ پور، مالہ	اورنگ زیب عالمگیر	1691- 1690	مسجد
344	مسجد، کیساری، میدناپور	اورنگ زیب عالمگیر	1691- 1690	مسجد
345	پل کاکتہ، چا پاتلی، نرائن گنج	اورنگ زیب عالمگیر	1691- 1690	مسجد
346	مسجد، ڈھاکیشواری روڈ، عظیم پور، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1691	مسجد
347	حاجی مسجد، دیوان ہاٹ پل، چٹاگانگ	اورنگ زیب عالمگیر	1693- 1692	مسجد
348	شاہ جلال درگاہ کاتانے کا بڑی دیگ، سلہٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1695	تانے کا دیگ

349	مسجد، شرت چندر چکرورتی روڈ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1696	مسجد
350	مسجد، 39 پیاری داس روڈ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1697	مسجد
351	درگاہ شاہ جلال کے نزدیک ایک مسجد، سلہٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1699	مسجد
352	شاہی مسجد / مدرسہ، موگرپاڑا، سونار گاؤں	اورنگ زیب عالمگیر	1700	مدرسہ / مسجد
353	مسجد، انچلا بازار، بردوان	اورنگ زیب عالمگیر	1704	مسجد
354	مسجد، انچلا بازار، بردھمان	اورنگ زیب عالمگیر	1704	مسجد
355	مسجد، خواجہ دیوان سٹریٹ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1704	مسجد
356	مسجد شاہ ابوطراب، بندر بازار، سلہٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1704	مسجد
357	مسجد خان محمد مردھا، آتش خانہ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1704	مسجد
358	مذہبی عمارت کا ایک یادگاری کتبہ جو اب بنگلہ دیش نیشنل میوزیم میں محفوظ ہے	اورنگ زیب عالمگیر	1704	مذہبی عمارت (غالباً مسجد)
359	تدفینی لوحہ، فریدپور	اورنگ زیب عالمگیر	1705	قبر
360	مسجد، گوالدی، سونار گاؤں	اورنگ زیب عالمگیر	1705	مسجد
361	مذہبی عمارت کا ایک کتبہ جو جہاں اب بنگلہ دیش نیشنل میوزیم میں محفوظ ہے	اورنگ زیب عالمگیر	1705	مذہبی عمارت (غالباً مسجد)
362	مسجد، بابوپورا، نیومارکیٹ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1706	مسجد
363	مقبرہ ڈنڈی شاہ، گاؤں کلائی، کوبالو، بوگرڈا	اورنگ زیب عالمگیر	1711	مزار / خانقاہ
364	تدفینی لوحہ، گاؤں کاناہاری، گورگو بندوپور، رنگپور	علاء الدین حسین شاہ	غیر مؤرخہ	لوح قبر
365	قرآنی آیات پر مشتمل دینی کتبہ، چھوٹا سونا مسجد، شیب گنج، چپائی نواب گنج	عہد سلطانی	غیر مؤرخہ	مسجد

366	ایک قرآنی آیات پر مشتمل دینی کتبہ، جواب ورنڈرہ ریسرچ میوزیم میں محفوظ ہے	سلطانی دور	غیر مؤرخہ	مذہبی عمارت (غالباً مسجد)
367	ایک نامعلوم تاریخی عمارت کا کتبہ، سلطان گنج، چپائی نواب گنج، جواب ورنڈرہ ریسرچ میوزیم میں محفوظ ہے	سلطانی دور	غیر مؤرخہ	بادشاہی عمارت (غالباً محل یا خزانہ)
368	ایک مسجد کا قرآنی کتبہ، سلطان گنج، چپائی نواب گنج، جواب ورنڈرہ ریسرچ میوزیم میں محفوظ ہے	سلطانی دور	غیر مؤرخہ	مذہبی عمارت (غالباً مسجد)
369	ایک مغل مسجد، لال باغ، ڈھاکہ	سلطانی دور	غیر مؤرخہ	مسجد
370	مدرسہ، بنسیہاری، جنوبی دیناچپور، مغربی بنگال	سلطانی دور	غیر مؤرخہ	مدرسہ
371	سنسکرت زبان میں پہاڑ کی ایک چوٹی پر لکھا ہوا کتبہ، کامروپ، آسام	بختیار خلجی کا دور	1206	ایک پہاڑی کی چوٹی پر یادگاری کتبہ
372	گوڑ میں تحریر شدہ مخطوطہ کا آخری صفحہ (کولوفون)	سلطان نصرت شاہ	1531	ایک کتاب کا کولوفون (آخری صفحہ)
373	احمد آباد میں ایک باغ کا کتبہ، گجرات، بھارت	نور الدین جہانگیر بادشاہ	1627- 1605	باغ

حواشی

- 1~ مثال کے طور پر دیکھیے: مولانا منہاج سراج الدین (منہاج سراج)، طبقات مصری، تحقیق عبدالحی حبیبی (کابل: 1342ھ) جس میں بنگال میں اسلام کے ابتدائی دور پر کافی قیمتی معلومات ملتی ہیں۔~
- 2 ممتاز مسلم مؤرخ تقی الدین احمد بن علی بن عبد القادر المقریزی (1364ء-1441ء) نے قاہرہ کے آثار و کتبات کے بارے میں اپنے مخطوطے میں بھی لفظ ”آثار“ کو کم و بیش اسی معنی میں استعمال کیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: تقی الدین احمد بن علی بن عبد القادر المقریزی، الخطط والآثار، القاہرہ: مؤسسة الحلبي وشركاء للنشر والتوزيع، 1372ھ۔ پرانے قاہرہ کے آثار قدیمہ، تاریخی عمارتوں اور کھنڈرات کے متعلق بے شمار اور بے مثال معلومات المقریزی نے اس کتاب میں فراہم کی ہیں اور اس موضوع میں یہ ایک نہایت ہی مفید اور اہم مصدر ہے۔~
- 3 اس کی اولین مثالوں میں سے ایک الحسین کے تابوت پر قرآنی کتبات ہیں جو لگ بھگ 550ھ / 1155ء میں خط کوفی اور خط نسخ دونوں میں لکھوائے گئے تھے۔ دوسری مثال دہلی کا قطب مینار ہے جو تیرہویں صدی کے اوائل میں تعمیر کرایا گیا تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے
- Caroline Williams, “The Quranic Inscriptions on the *tabut* of al-usayn,” *Islamic Art* 2 (1987): 3-13.
- 4 خطاطی کے ایسے نمونوں کی مثالیں، کہ جب کتبات اتنی اونچی جگہوں پر لگائے جائیں کہ آسانی سے پڑھنے نہ جاسکیں، یہ ہیں:- ضلع ہنگلی میں تربنی کے مقام پر مسجد ظفر خان کا کتبہ (698ھ/1298ء)۔ حسین شاہی عہد کا گوڑ میں چھوٹا سونا مسجد کا کتبہ، ضلع راج شاہی میں باگھا مسجد کا کتبہ (930ھ/1523-1524ء) تفصیل کے لیے دیکھیے:
- 5 R. Ettinghausen, “Arabic epigraphy”. Communication or symbolic affirmation”, in Near Eastern Numismatics, Iconography, Epigraphy and History: Studies in Honor of George C. Miles, ed. D. Kouymjian (Beirut: American University of Beirut, 1974): 297-317.
- 6~ مصر کے آثار قدیمہ پر المقریزی نے کافی دلچسپ معلومات فراہم کی ہیں، ان موضوعات پر تفصیل کے لیے دیکھیے: تقی الدین احمد بن علی بن عبد القادر المقریزی، الخطط والآثار، القاہرہ: مؤسسة الحلبي وشركاء للنشر والتوزيع، 1372ھ۔~
- 7~~~~ تقی الدین محمد بن أحمد الحسینی الفاسی المکی، العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین، تحقیق، محمد عبد القادر احمد عطاء۔ ج 3، بیروت دار الکتب العلمیہ، 1998 ص، 419، مزید ایڈیشن کے لیے دیکھیے:- العقد الثمین، تحقیق محمد حامد الفاہی، القاہرہ: ناشر محمد سرور الصبان، 1378، العقد الثمین، بیروت مؤسسة الرسالة، س-ن۔

الفاس نے اپنے وقت کی بعض قدیم ترین مساجد کا بھی جائزہ لیا ہے جو طائف میں باقی رہ گئی تھیں اور ان کے کتبہات کا بھی مطالعہ کیا ہے، مثال کے طور پر دیکھیے:-

شفاء الغرام بخبر البلد الحرام، ج 1، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2002۔ ص 122۔ اس کتاب کے مزید ایڈیشن بھی ہیں، مثال کے طور پر شفاء الغرام تحقیق، عمر عبدالسلام تدمری، بیروت: دار الکتب العربی 1405ھ۔ ~

8 محمد بن علی بن محمد جمال الدین المکی القرشی الشیبی: *اشرف الاعلیٰ فی ذکر قبور مقبرہ باب المعلى* مسودہ نمبر 354۔ س۔ ف 1179 ملک سعود یونیورسٹی لائبریری؛ مسودہ نمبر 900/130 شیخ عارف حکمت لائبریری، مدینہ (منقولہ از احمد الازہری 1816/1231)؛ مسودہ نمبر 18325، نیشنل لائبریری، تونس (منقولہ ابو القاسم بن علی بن محمد القحطانی 1486/891)؛ مسودہ نمبر 6124 برلن لائبریری (منقولہ محمد سعد ابن اسماعیل المکی 1710/1122)۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ الشیبی کے ممتاز خاندان نے مکہ میں پندرہویں صدی میں اپنی تعلیمی و ثقافتی سرگرمیوں کے باعث شہرت و تکریم حاصل کی۔ ان کے گھرانے کے بعض افراد مکہ میں اعلیٰ مناصب پر فائز ہوئے۔ مثلاً قاضی القضاة، مفتی اور خطیب جامع مسجد۔ اس گھرانے کے بعض علمائے مکہ میں مشہور بنگالی مدرسہ میں درس دیے، جو اپنے بنگالی سرپرست سلطان غیاث الدین اعظم شاہ حاکم بنگال کے نام نامی سے منسوب المدرستہ السلطانیہ الغیاثیہ البنغالیہ کہلاتا تھا۔ ~

9 ~ تفصیل کے لیے دیکھیے:

Max Van Berchem, *Matériaux pour un Corpus Inscriptionum in Mémoires publiés par les Membres de l'Institut ~ Arabicarum, Français d'Archéologie Orientale, (Egypte, vol. Xix, Cairo 1903; Jérusalem, vols, xliii, xlv, Cairo 1920-2; Syrie du Nord [in collaboration ~with E. Herzfield], vols. Lxxvi – lxxvii, Cairo 1955).*

10 ~ *Historical and Cultural Aspects of the Islamic Inscriptions of Bengal: A Reflective Study of Some New Epigraphic Discoveries, Dhaka: International Centre for Study of Bengal Art, 2009.*

11 ~ *رحلة مع النقوش الإسلامية في بلاد البنغال: دراسة تاريخية وحضارية، دمشق: دار الفكر، ٢٠٠٢* ~

12 کہا جاسکتا ہے کہ عالم اسلام میں فن تعمیر سے اخذ کردہ کتبہ نگاری کے اثرات کِسُوَّةُ الكَعْبَةِ الشَّرِيفَةِ اور طراز کی خطاطی کی روایت پر وارد ہوئے۔ بہر صورت بعد میں ہر مرحلے پر کچھ نہ کچھ باہمی اثرات ظاہر ہوتے رہے۔

13 ابن بطوطہ، *الرحلة* (بیروت: دار صادر، س۔ ن۔) ص۔ ~

14 ان مسائل پر مشہور کتبہ شناس میکس وان برشم کی بعض تحریریں روشنی ڈالتی ہیں۔

مثال کے طور پر دیکھیے:-

Max Van Berchem, "Note on the Graffiti of the Cistern at Wady el-Joz," *Palestine Exploration Fund Quarterly Statement* (1915): 85-90, 195-198 ~

15 قبوری لوحات میں آیت الکرسی کا استعمال پوری دنیائے اسلام میں عام ہے۔ مثال کے طور پر الحسین کے تابوت کے کتبات میں آیت الکرسی کندہ ہے۔ یہ کتبات 550ھ/1150ء میں لکھے گئے۔ اور اب قاہرہ میں اسلامی میوزیم میں محفوظ ہیں۔

16 گڑھ جریپاکا کتبہ (893ھ/1487ء)۔ حسینی دالان کا کتبہ (1052ھ/1642ء) اور پیاری داس روڈ مسجد کا کتبہ (1109ھ/1697ء) اس قسم کی کتبہ نگاری کی اچھی مثالیں ہیں۔

17 اس قسم کے اکثر کتبات بنگال میں دریافت ہوئے ہیں۔ ڈھاکہ کے قریب بوڑا چر کا اور دوبار کے کتبات، جن کی نگارش کی تاریخ 1000ھ/1591ء ہے اور اب دونوں بنگلہ دیش نیشنل میوزیم ڈھاکہ میں محفوظ ہیں۔ یہ کتبے غالباً اسی نوعیت کے ہیں جس کا حوالہ نیاہڑی کتبے میں دیا گیا ہے۔ دوسری مثالوں میں گوزکا کتبہ 893ھ/1489ء ہے جو اس وقت برٹش میوزیم میں ہے۔ بڑا کترا کا کتبہ (1055ھ/1645ء) ہے جو بنگلہ دیش نیشنل میوزیم میں محفوظ ہے۔

18 ”وقف“ ادارے کے بعض خاص فوائد ہیں، کیونکہ ”وقف“ کی ہوئی جائیداد کو حکومت بھی آسانی سے ضبط نہیں کر سکتی۔

19 تفصیل کے لیے دیکھیے:~

Sourdel-Thomine, “Inscriptions Seljoukides et salles a couples de Qazwin ~en Iran,” *Revue de Etudes Islamiques* 42 (1974): 3-43.

20 مثال کے طور پر بڑا کترا کتبہ (1055ھ/1545ء) میں ابوالقاسم الحسینی، جس نے عمارت وقف کی تھی، طباطبائی السنائی کی نسبت (طباطبہ اور سمنان کے حوالے سے) استعمال کرتا ہے اور اس کتبے کا خطاط سعد الدین محمد الشیرازی کی نسبت (شیراز کے حوالے سے) استعمال کرتا ہے۔ نیاہڑی کے ایک کتبے میں (1003ھ/1595ء) بھاگل خان کو، جس نے ایک مسجد وقف کی تھی، حاجی کہا گیا ہے۔~

21 تفصیل کے لیے دیکھیے:~

Bimal Bandyopadhyay “Recent Excavation of the Area adjacent to Baisgazi Wall of Gaur and Scientific Clearance at Some Adjacent Areas, District, Malda, West Bengal” *Journal of Bengal Art*, volume 9-10 (2004-2005, published in 2006): 12-23.

اولغ گرابار نے الحمراء کے عمارتوں میں نقش کنندہ اشعار کے جمالیاتی پہلو، رمز، استعارہ کو صحیح معنوں میں اجاگر کیا ہے۔~

22 تفصیل کے لیے دیکھیے:~

Oleg Grabar, *The Alhambra* (Sebastopol, California: Solipsist Press, 1992), 75-129.

23 تفصیل کے لیے دیکھیے:

James Cavanah Murphy, *History of the Mahometan Empire in Spain*, London, 1816 (See English translation of the Arabic inscriptions of Alhambra in appendix by Shakespeare under the title: A Collection of the Historical Notices and Poems in the Alhambra of Granada); Jules

Goury and Owen Jones, *Plans, Elevations, Sections and Details of the Alhambra*, 2 v., London: 1842-45;

صنّیع صادق، "قصر الحمراء: دیوان شعری منقوش علی الجدران"، *الفصل*۔ العدد 353 (دسمبر 2005) ص 54-67۔

24 ہمارے پاس کم از کم ایک حتمی اور قطعی ماخذ ایسا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرقی ہند میں، بشمول اڑیسہ اعلیٰ صنعت و حرفت، آرٹ اور فن تعمیر میں مسلمان کاریگروں اور ہنرمندوں کو وسیع پیمانے پر ملازمتیں دی جاتی تھیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

See *Baya Chakara*, trans. Alice Boner, Sadasiva Rathasarma and others, in *New Light on the Sun Temple of Konark* (Varanasi: D. Chowkhamba Sanskrit Office, 1972), 57, 68, 93, 116.

25 مندرامسجد کے نامکمل کتبے (836ھ/1433ء) سے واضح ہو جاتا ہے کہ تختی پر پہلے خطاطی کی لفظ سازی ہوتی تھی، پھر ان لفظوں کو منقوش کیا جاتا تھا۔

26 حسن الباشا۔ اہمّیۃ شواہد القبور مصدر للتاریخ الجزیرۃ العربیۃ، بحلّة دراسة تاریخ الجزیرۃ العربیۃ، الكتاب الأول، الجزء ۱، الریاض: مطبعة جامعة الریاض، ۱۹۷۷۔

27 یاد رہے کہ بنگال ڈیلٹا کے بیشتر علاقوں میں پتھر آسانی سے دستیاب نہیں ہے، لہذا بہار میں راج محل اور دوسرے مقامات سے دریائی راستوں کے ذریعے منگوایا جاتا تھا۔

28 پرانی عمارت کے بلے کے دوبارہ استعمال کی ایک اچھی مثال عہد سلطنت کی، گوڑ کی ایک خستہ حال مسجد کی پتھر کی محراب ہے جو اب درندہ ریسرچ میوزیم، راج شاہی میں محفوظ ہے۔ بنگالی مندروں کے طرز تعمیر میں عام طور پر جو روایتی آرائشی تصورات منقوش صورت میں ملتے ہیں۔ وہ تقریباً تمام عمارتوں کے بیرونی حصوں پر بھی پائے جاتے ہیں۔ بے شک مسلم حکمرانوں نے ہندوؤں کے تباہ حال مندروں کے پرانے بلے کو مسجد کی تعمیر میں استعمال کیا تھا۔ لیکن اس بات سے لوگوں نے یہ مفروضہ قائم کر لیا کہ مندروں کو مسمار کر کے ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کی گئیں۔ ان بے بنیاد قیاسات کی وجہ سے کبھی کبھی فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجے میں جنوبی ایشیا میں عبادت گاہیں مہدم کرنے کے افسوس ناک واقعات رونما ہوتے ہیں۔ جیسا کہ 1993ء میں ہندوستان میں ایودھیا کی بابر کی مسجد ڈھانے کا واقعہ ہوا۔

29 مثال کے طور پر دیکھیے۔

Dinesh Chandra Sarkar, "Mainamatir Chandra Bangshiyo Tamra Shasantroy," in *Abdul Karim Sahitya Visharad Commemorative Volume*, ed. Mohammad Enamul Hoque (Dacca: Asiatic Society of Pakistan, 1972), i - vii.
